زور قلم سجاد حسین مرحوم کسمنڈوی

حیات شیخ چلی

شیخ صاحب کے شہرۂ آفاق
کارنامے سوانح عمری کا رنگ
نرالا ہے۔ ہیومر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے ظرافت
مین ڈوبا ہوا ہے

حسب فرمایش

منیجر کتب والی کوٹھی لکھنؤ

صرف ٹائیٹل پیج حب
باہتمام بابو کدارناتھ صا

نیا اڈیشن ہندوستانی پریس لکھنؤ مین چھپی قیمت عہ

شیخ صاحب کا فوٹو ملاحظہ ہو
کیا ہنستے ہو کیا ہم صورت پاک جناب
یہ سب پہنچے ہوئے اللہ والے لوگ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

ہندوستانیون مین ایجاد کا مادہ ہی نہین - غلط ؟ تقلید اور نقل مین کمال ہے
نیم غلط ! ! پہلی بات اسلیئے غلط کہ ہمارے اسلاف بڑی بڑی باتون کے موجد
ہوئے ہین اور یہ دعوی بے دلیل بھی کبھی ثابت تسلیم کیا جاتا ہے ! ! دوسری بات
نیم غلط یون ہوئی کہ ہم نے تقلید اور نقل مین ضرورت بے ضرورت کا کبھی بھول
کے بھی لحاظ نہین کیا -

ایک میرے عنایت فرما چمچہ کانٹے سے شریفہ کھاتے تھے ایک اور جنٹلمین کے
خاصہ پر صرف دال روٹی کے ساتھ چھری کانٹا ضرور میز پر لگایا جاتا تھا چھری
زنگ آلود - کانٹا میلا سیاہ - ایک برہمن عنایت فرما کو میز پر
لکھنے کا شوق تھا - مگر بجٹ مین میز خریدنے کی گنجایش کہین سے نہ نکلی - تو خیر ؟
کا صندوق اُلٹ لیا اور دھوتی اُڑھا دی - سامان آرایش مین ایک بیل
کی گھنٹی (کال بل) دو عدد لوہے کے قلم - اور بہت سیاہی پیئے ہوئے جاذب
کا ایک ورق - ہان بھول گیا ایک تاسدانی بھی تھی -

ایک فیشن ایبل افسر نے یورپین معاشرت مین کمال سلیقہ حاصل کر لیا تھا
مگر رنگ کالا تھا - اور بہت کالا - ہر طرح کے صابن نے جب جواب دیا تو بیچارے
مہینون بلکہ برسون آدھا بسکٹ کھانا کھاتے رہے تاکہ نقاہت سے چہرے

پر کچھ تو زردی آجائے۔

لباس مین جسقدر تقلید کی مٹی پلید ہوئی ہے اسکا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ گرمیون مین ڈبل ٹویڈ کا کوٹ پتلون پہننا اور سر پر لگالی ہیٹ بس کچے کا آدھے سڑی ہوگئے۔ دماغ پر ابخرے چڑھ جانا دلگی نہین ہے۔

اس سے بھی بڑھکے پچھے گھر کی جو جڑ ہنی ہے تو پردے نامعقول پر اتارے ہوگئے۔ بیویون کو باہر نکالو۔ بہنون کو یار دوستون کے ساتھ پبلک گارڈن جانیدو۔ بیٹیون کو دوستون کے ساتھ تھیٹر بھیجو۔ اور پھر دیکھو کیا پھیرون ناچتا ہے۔ تہذیب اور تقلیدی تہذیب کا اس سے زیادہ کھرا مال ولایت سے آجتک ہندوستان مین نہین آیا۔

حُسن معاشرت کی تقلید اور نقل تو یون ہوئی۔ لیاقت کے دریا الگ بہا دیئے گئے یورپ مین نیچرل شاعری ہے ہم نے بھی مدار کے درخت اور دیہاتی دوشیزہ لڑکی اور برسات کا حال نیچرل نظم کیا ہے۔ بس عین مین مدار کا درخت سامنے کھڑا ہے۔ اور دوشیزہ لڑکی گوبر کی ٹوکری لا رہی ہے اور پانی تو برس جانے مین گفتگو ہی نہین۔

ذری اور گرمی چڑھی تو ناول لکھے اور اتنے لکھے اتنے لکھے۔ کہ اب انکی انگلیان سُلگین۔ اور بیماری جدا نوش جان فرمائین۔ تب بھی دو چار کرور برس تک چکنے والے نہین۔

ناول کے ساتھ سوانح عمریون کا ہم جو بھوٹتا ہے تو مجہول سے مجہول اور گمنام سے گمنام آدمی کو بھی نہ چھوڑا۔

مین نے کہا کہ یورپی معاشرت کا تو مجھے سلیقہ قیامت تک نہ آئیگا۔ مگر لکھا پڑھا ہون۔ بس کچھ مضامین اخبارون مین دیدیئے۔ نیچرل نظم بھی اودھ پنچ مین شائع ہوچکی ہے ایک ناول لکھ ڈالا جسکو نشتر کہتے ہین۔ سوانح عمری کی کسر تھی مگر کوئی ڈھب پر نہ چڑھتا تھا۔

جتنے لیس لے آئے انکے کسی کو چین کا حال معلوم نہ ہوسکا نصیرالدین حیدر دہلی

سلہ مطلب یہ کہ اپنے یارون کے ساتھ۔ خدانخواستہ اُنکے یار کہان سے آئے۔

دھنیا مہری کا طرز زندگی کچھ زیادہ اچھا معلوم ہوا۔ ملا دو پیازہ کے حالات ایک اور ہی صاحب لے اُڑے۔ تان سین خدا جانے کہا بھی یا فرضی نام ہے سورداس کا چکارہ بارہا سنا مگر اُسکی زندگی اور خاندانی خصوصیات پر آجتک بردہ پڑا رہا کن مین زسو نام کا ایک آسیب ہی جو سارے گھرون مین منڈلاتا پھرتا ہے اور بلا مبالغہ ہر گھر مین وہ کچھ نہ کچھ تکلیف پہونچاتا رہتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اسکی اتنی حقیقت بھی نہ دریافت ہوسکی جتنی شیخ سدو کی۔

العرض مین نے راس کماری سے ہمالیہ کی چوٹیون تک اور خلیج بنگال سے بحر عرب تک چپہ چپہ ڈھونڈھ مارا۔ کوئی نہ ملا جسکی سوانح عمری لکھتا۔ یوربین آلو فروش اور سور چرانے والے بہت دور ہین وہان کون جائے۔ بڑا دلگیر ہوا کہ یہ نوبت بری ہوئی ہماری لفاقتی مین بیٹھ ہی لگا جاتا ہے کیا منہ دکھائین گے انگریزون کو۔

خدا کا شکر ہی کہ ہیرو ملا۔ اور لاجواب ملا۔ نامور۔ ذہین۔ عقیل فخر روزگار نادر الوجود موجد فلسفی حکیم۔ شاعر۔ تمام خوبیون اور بلند نامیون کا انجن۔ مخزن جس گھڑی **شیخ چلی** کا نام ذہن مین آیا شادی مرگ کے قریب ہو گیا مگر ساتھ ہی ایک خیال اور آیا کہ جیسے کوئی چیز ہاتھ سے گر جاتی ہے۔ وہ یہ کہ ایسے نامور دانشمند کیا تھ ایشیا والون نے اگر بخل کیا ہے تو یورپ والون نے کب چھوڑا ہوگا یہ شخص تو انکے ڈھب کا تھا۔ اسکے تجربات۔ اسکی قوت ایجاد انتقالات ذہنی سریع الفہمی۔ طباعی۔ نازک خیالی۔ لطافت طبعی سے سارے یورپ کو فائدہ پہونچنے کی توقع کیجا سکتی ہی۔ اس بدگمانی نے مجھے پکڑ لیا۔ اور سرد ہوکے رہ گیا انگریزی آتی نہین کہ خود دیکھ لون۔ ایک لائق انگریزی دان دوست سے قسم دے کے پوچھا اور خدا اسکا بھلا کرے کہ مجھے اطمینان دلایا کہ شیخ کے حالات کسی اہل یورپ نے نہین لکھے ہین۔ جان مین جان آئی۔ اور گویا لاکھون پائے۔

میرے نزدیک اس دانشمند روزگار عدیم المثل شخص کے ساتھ اہل زمانہ نے واقعی بڑی بے مروتی اور بے انصافی کی ہے۔ غضب خدا کا آجتک اس کے

حالات زندگی لکھنے کی طرف کسی نے توجہ تک نہ کی بلکہ چند مشہور مہمل نقلیں جو انتہا
اتہام اور بہتان سے بھری ہیں اسکی طرف منسوب کیجاتی ہیں حالانکہ اسکا رتبہ
اُن حکایتوں سے کہیں بلند تر تھا۔ اور اسکے کارنامے اہل روزگار کے لیے دستور العمل
قرار پانے کے قابل ہیں۔

شیخ چلی اپنے زمانہ میں مشہور و معروف شخص تھا افسوس اتنا ہی گمنامی کے
غار میں پڑا ہوا ہے اسکی سوانح عمری تو الگ رہی۔ پیدایش اور موت کی صحیح تاریخ
کوئی نہیں بتا سکتا۔ اور یہ صرف اہل زمانہ کی بے مروتی بے توجہی کا باعث ہے
ہر چند دنیا کے بہت سے نامور اسی طرح طاق نسیان پر بٹھا دیئے گئے اور انکے
تاریخی واقعات گردش دوران آزمون میں ایک بھی نہیں جانتا چنانچہ جو سلوک
شیخ کے ساتھ کیا گیا وہی لال بجھکڑ سے ہوا۔ ایشیائی مصنفین صرف اس عذر
پر کہ انکے ہاں اس قسم کی سوانح عمریاں لکھنے کا دستور ہی نہ تھا کسیقدر معاف
ہو سکتے ہیں مگر اہل یورپ سے ہمیشہ یہ شکایت رہیگی کہ انھوں نے کیوں ایسے
نامور آدمی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی بجز اسکے کہ یہ فخر
اس ناچیز کے حصہ میں تھا۔

این کار من است و کار کس نیست　　　اندازۂ اختیار کس نیست

میں نے شیخ کے حالات جمع کرنے میں معمولی قانون پر نہ بھروسا کیا۔ نہ اسکی
ضرورت سمجھی۔ بلکہ جہانتک میرے امکان میں تھا واقعات کی ترتیب تحقیق تنقید
اور درایت پر رکھی ہے۔ روایت سے جسقدر کام چل سکا وہ بہت تھوڑا تھا اور
لازم ہو گیا کہ ایسی مہمل روایتوں پر درایت کی روشنی ڈالی جائے۔

الغرض حتی الامکان میں نے اُسکے حالات زندگی کے ہر پہلو کو لیا ہے اور جہانتک
بن پڑا خاص داد تحقیق دی ہے۔ باایں ہمہ مجھے اطمینان نہیں کہ کل حالات میں دریافت
کر سکا۔ اور یہ محال بھی ہے اسلئے بڑے آدمی کے حالات زندگی اسقدر مختصر ہو نہیں
سکتے اور محال عقل ہے کہ اُسکے کارنامے سب کے سب محفوظ اور قلمبند ہو سکیں تاہم
جو کچھ ہے غنیمت ہے۔ اور اہل روزگار کے لیے ایک مکمل دستور العمل ضرور سمجھنا
چاہیئے۔ اور مجھے کبھی اس قدر ناز و فخر کا موقع نہ ملا ہوگا۔ جیسا اس سوانح

مفید کی ترتیب سے ہوا ہیں گیہنشاگان ملک اور قوم کے لیئے میری طرف سے
مفت نذر ہے ۔ سہ

صد شکر کہ این نگارخانہ ۔ بگرفت نگار جاودانہ
بس رنگ بہ نوبہار بستم ۔ کین غنچہ بہ خون نگار بستم
با بانگ قلم درین شب تار ۔ بس فتنۂ خفتہ کرد بیدار
از ہر چہ گذشت روے بر تاب ۔ زین بادہ ہر گذشت دریاب
خورشید گواست اندرین کار ۔ من بودم و صبح ہر دو بیدار
میر بخت ز خردہ کاری ژرف ۔ از صبح ستارہ دوز من حرف
دارم ز قلم بہ غیب راہے ۔ کو سے شگفتہ زیر کاہے
این خط کہ دہد بہ نور مایہ ۔ از کلک منست نیم سایہ
ہر معنی ازو چو آب در جوے ۔ ہر نکتہ درو چو آب در جوے
صد سحر فسون بہ تار بستم ۔ کاین نقش بروے کار بستم
ترکیب طلسم خوانیم بین ۔ این خدمت جاودانیم بین
صد دیدہ بہ جلوہ طرز دل افتاد ۔ کین موج گہر بساحل افتاد
دکان ہنر بہ چین کشودم ۔ سامان سخن چنین نمودم
بگداختہ آبگینۂ دل ۔ آئینۂ و بسم بدست محفل
بگداختہ ام دل و زبان را ۔ کین نقش نمودام جہان را
آتشکدہ را گداز دادم ۔ کین شعلہ بتہ باز دادم
آنم کہ بہ سحر کاری ژرف ۔ از شعلہ تراش کردہ ام برف
افشاندہ ہزار در نایاب ۔ در دامن موج جیب گرداب
کلکم ز سر بلند نامی ۔ طغرا کش قادر الکلامی
بکشود کلید آسمانی ۔ بر فکرت من در معانی
دارد قلمم بہ نکتہ سازی ۔ چون مغبچگان شرارہ بازی
تا این گل تازہ نقش بستم ۔ در دست خزان قلم شکستم
طرز دگران وداع کردم ۔ طرز دگر اختراع کردم

نادان کند فسانه خوانی — با [illegible] معانی
ایزد چو نهفت در دلم راز — کے این گرہ از دهان شود باز
کس را قدم سلوک من نیست — این کار دلست کار تن نیست
سد به منتان من چه دارند — پیشانی شیر را چه خارند
من سیر نظر ز خوان قدسم — لعمت خور دودمان قدسم
با عیسی جان صبوح کردم — دریوزۂ عمر نوح کردم
بس گرد شرر ز سینه رفتم — لیکن لعل بنوک آه سفتم
الماس بدشنه تاب دادم — یاقوت بشعله آب دادم
از نامه هزار دام بستم — بر کلک رہ خرام بستم
نشتر برگ قلم شکستم — لیکن نقش بهفت پرده بستم

چون از نفس من این سخن زاد
خضر آمد و عمر خود بمن داد

نوٹ۔ مجھے انگریزی نہین آتی۔ اسلئے درخواست ہی کہ ملک کے لائق انگریزی دانون مین کوئی صاحب اس کتاب کو انگریزی مین ضرور ترجمہ فرمائین تاکہ ہمارے یورپین بھائی اس گرانمایہ سوانح عمری کے مطالعہ سے محروم نرہین۔ دیکھون اس مفید کام کا سہرا شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی کے سر رہتا ہے یا آنریبل مسٹر محمود کے۔ کوئی ہو ــ

اسرار معانیم نظر کن — زین گنج بمفلسان خبر کن

خاکسار سجاد حسین نمکخوار سرکار نظام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

شیخ چلّی کا بانی خاندان

شیخ ابو الغنم قراقری خاندان بنی اطوال سے شہر طیخورح من مضافات ماوراء النہر کا رہنے والا تھا۔ جو بھیڑون اور دنبون کا بیوپار کیا کرتا تھا۔ اس پیشہ مین اُس کو اس قدر [illegible] قوت نظر حاصل ہوگئی تھی کہ نر اور مادہ کو بلا تامل پہچان لیتا تھا۔ اور بھیڑون کے علم انساب کا پورا ماہر تھا۔ سو قدم سے وہ یقین کر لیتا تھا کہ یہ دنبہ ہے یا بھیڑ اور بتا دیتا تھا کہ اگر بھیڑ ہے تو اسکا خاندان یقیناً بھیڑ ہی ہوگا اور دنبہ کا بچہ ممکن نہین کہ دنبہ ہی نہ پیدا ہو۔ اس بات کے اظہار کی ضرورت نہین کہ زمانہ دراز کی تجارت سے اسکو یہ ملکہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ بھیڑون کے تھن کا صحیح اندازہ وہ کر لیا کرتا تھا کہ دو سے زائد کبھی نہ ہون گے اور ہمیشہ اسکی بات سچ نکلتی تھی۔ دنبون کی اون سے وہ کبھی بجز اسکے خیال ہی نہ کر سکا کہ کمبل نہ بُن جائین گے سال مین ایکبار بھیڑون اور دنبون کی اون کتروانے مین کبھی اُسنے غلطی نہین کی۔ اور بلا تامل قریب کی منڈیون مین بھیجکر وہ نفع کثیر حاصل کرنے مین نہین چوکا۔

چونکہ وہ بھیڑون کو دنبون پر ہمیشہ فضیلت دیتا تھا جس کی وجہ یہ ہے کہ دنبون کو انکی چکتیون کے بار سے چلنے مین ذرا دقت ہوتی ہے اور وہ دور دور [illegible]

ملون کے لیجانے کو بہت ہی معیبت خیال کرتا تھا۔ لہٰذا بارہا اُس نے دنبون اور دُنبیون
کے ساتھ منڈی ہی ہوئی بھیڑون کے تبادلہ مین پس و پیش نہین کیا اور بھیڑون کو قبول
کر لینے مین اپنی غیر معمولی ذکاوت سے بہت عجلت کی۔ چونکہ اس تجارت سے بڑھتے بڑھتے
اُسکے پاس اپنی ذاتی ملکیت کی بھیڑین بکثرت ہو گئی تھین اور گویا جو نتیجہ اُسنے پہلے
لگایا تھا وہ پورا حاصل ہو کے نفع یقینی کے آلے اُسکے یہان موجود ہو گئے تھے اسلیئے
اُسکو اپنے نوکرون اور چرواہون کے سالہا سال عملی مشاہدہ سے بھیڑون
کا دودھ دوہنا بائین ہاتھ کا کام ہو گیا تھا۔ اور اس کا استعمال حکیمانہ قاعدہ
سے وہ کر سکتا تھا یعنی دودھ سے مکھن اور چھاچھ بنوا لینے مین مشاق ہو گیا تھا
اور کچھ بھی نقصان نہ ہونے دیتا۔ کہنے کی بڑا مشہور ہی۔ اسی وجہ سے اس سلیم
تجارت مین اسکے تمام نکات اور باریکیون پر علی وجہ الکمال اسکو قابو ملگیا تھا جو
سرمایہ اُس کے پاس نقدی جمع ہوتا اُس کے مصرف کے تدابیر سوچنے مین بھی
اسکی قابلیت کچھ کم نہ تھی۔ یعنی نہ جاڑون مین بھیڑون کے لیئے الگ الگ دڑبے
بنوا دیتا۔ اور گرمیون مین فوراً اُنکو کھلوا دیتا تاکہ بھیڑون کو عادت نہو جائے
برسات مین اسکو یہ دقت ضرور ہوتی کہ بے موسم بال کتروا کے کمل بنوا لیتا۔ اور بھیڑون
کے اوپر تان دیتا۔ اسکا اپنا ذاتی تجربہ تھا کہ جاڑے کی دلن مین بھیڑین سکڑ کے
چھوٹی ہو جاتی ہین اور برسات مین پانی سے گھل جاتی ہین اس جید نقصان کو ایسا بیپاری
کب گوارا کر سکتا جسکی اُسنے دڑبون اور شامیانون سے روک کر لی تھی غرضکہ وہ اپنے
وقت مین یکتا تاجر تھا بانہ تھا۔ مگر اس زمانہ کے لوگون کے لیئے تو اس کے کارنامے
بہت بڑے اُستاد کا کام دے سکتے ہین۔ اگر ایشائی گڈریے اور یورپین سورون
کے سوداگر اُسکی چھوٹی چھوٹی روزمرہ قابلیتون پر توجہ کرین تو کچھ شک نہین کہ
بڑے مالدار ہو جائین۔

چونکہ مجھے اصل مین شیخ چلی کے حالات بہت تفصیل سے لکھنا ہین اور وہی
نامور فخر روزگار اس کتاب کا ہیرو ہی لہذا مین اُسکے خاندان کے مختصر مختصر واقعات
جلد ہی لکھ کے اسکو شروع کر دونگا۔

شیخ اپنی تجارت مین شہرہ آفاق ہو رہا ہی۔ ملکون ملکون اسکا نام پھیلا ہوا ہے

عراق عرب سے لیکر اسپین کے بربری حصہ تک اُس کی تجارت کا سلسلہ چلا گیا ہوا اور مشرق میں جنا پلیرے کابل کی سرحد اور اس سے دلہنی طرف تبت کے مشہور مقامات تک پہونچا ہے دور دور سے بھیڑ یا دھسان خلقت اُس کی تجارت کے تجربہ کو سیکھنے آرہی ہے اور افریقہ تک اُسکی دسادر کی مانگ ہو رہی ہے۔ یورپ کا ناگفتہ حصہ جو اسوقت بالکل اندھیرے میں پڑا ہوا تھا اسکی تجارت سے اگر کچھ فائدہ اُٹھا سکا تو صرف اسیقدر کہ اسکے کارخانے کے بنے ہوئے کمل تمام یورپ کیلئے جان بخش تھے اگر شیخ ابوالنعم کے کمل نہ جائیں مارے جاڑون کے تمام یورپ اینٹھ جائے۔ پینتالیس برس کی عمر تک ملک التجار کا کارخانہ بڑی ہی رونق سے جاری رہا۔ اور دولت کثیر اسکے پاس جمع ہوگئی اب شیخ نے شادی کی طرف توجہ کی ایسے بڑے دولتمند کو دولہن ملنا کیا دشوار تھا۔ یون تو سیکڑون قبیلون سے اُسکے لئے لڑکیاں تیار تھیں اور جہان چاہتا وہ بلاتردد شادی کر لیتا کیونکہ صرف مالداری کی شان ہی اس میں نہ تھی بلکہ اپنے شہر اور قرب وجوار میں اشراف خاندان سے وہ پیدا ہوا تھا اور جوار کے کل قبیلے بوجہ نسب اُس کا احترام کرتے تھے مگر شیخ کو یہ ضد آپڑی تھی کہ کوئی لڑکی خود مجھپر عاشق ہو اور اپنے ماں باپ سے میرے ساتھ نکاح کی درخواست کرے گو وہان کے طرز معاشرت میں یہ کوئی مشکل اور عجیب بات نہ تھی مگر ہمارے شیخ صاحب کچھ ایسے حسین وجمیل واقع ہوے تھے کہ قبائل عرب کی لڑکیاں آپ کے نظارۂ جمال کی تاب ہی نہ لاسکتی تھیں آنکھ بھر کے دیکھیں تو عاشق ہون جب اسکی نوبت ہی نہ آنے پائے تو عشق کیسا۔ اس اُفتاد نے پانچ برس تک شیخ کو نامراد رکھا لیکن آخرکار قبیلہ غفیلو کے شیخ الرئیس ابواحوش کی بیٹی سفیہہ نے شیخ ابوالنعم کی ضد کو پورا کیا یعنی وہ عاشق ہوکر اپنے ماں باپ سے عقد کی خواستگار ہوئی یہ ایک غیر معمولی بیاہ تھا تمام شہر کے مشہور قبائل شریک ہوے اور سُبہ گھڑی نیک ساعت میں نکاح ہوگیا۔

سفیہہ کے نامبارک قدم کو آئے ہوئے ابھی سال بھر بھی نہ ہوا تھا کہ ملک میں سخت قحط پڑا اور شیخ ابوالنعم کے اوپر تباہی آئی۔ یعنی ہزار ہا بھیڑ مین

ہے آب و دانہ مرگئین - شہر یا کو یہ وہ بین نے جھنڈا الا کئی گلے شیخ نے تنگ ہو کر جنگل
مین لاوارث چھوڑ دیے مانند بھوریت سے گلے لیکر مع کسیقدر نقدی کے خود شیخ
دشت قبچاق کی طرف چل نکلا - سنا این محل بھی ساتھ تھی نوکر چاکر زیادہ نہین لیے
صرف کسیقدر جو بھیڑون کو سنبھال سکین غرض یہ تھی کہ وہان چارہ با فراط ملیگا
بعد رفع قحط پھر وطن کو لوٹ آوینگے اور بھیڑون کو ترقی نسل مین ہے مگر خوش قسمتی
نے تھوڑے دنون کے لیے رخصت لے لی تھی اور ادبار کو اپنی جگہ چھوڑ گئی تھی یعنی
دشت قبچاق مین شیخ کے تمام زندہ اور بیجان دولت قزاقون نے لوٹ لی اور
بیچارہ صرف ایک بڑی بیا لون ملین پنے ہوے یعنی بی بی کو وہان سے ساتھ لیے
غزنی کی طرف چل نکلا - شیخ کی جغرافیہ دانی تو صرف ماوراء النہر ہی پر محدود تھی اسلیے
نہین کہا جا سکتا کہ غزنی کا قصد کر لیا تھا - بلکہ مالک خدا تنگ نصیب سے بھرے
پڑا اسطرف منہ اٹھا دیا اور مرتا جیتا غزنی مین پہونچ گیا -

سلطان محمود کا دور سلطنت تھا مسافرین اور معذورین کی خبرگیری کیجاتی
تھی - شیخ کو بھی حصہ ملا اور ایک کارواں سرا مین رہنے لگا

پھر وطن کا خیال شیخ کو آیا ضرور تھا مگر غزنی کی آب و ہوا مین اُسوقت
شیرون کی پیداوار کی زیادہ قابلیت تھی اسوجہ سے نہ اپنے خیالی بھیڑون کو وہین رکھنا
چاہتا تھا اور اس فکر مین تھا کہ کسیطرح سلطان تک رسائی ہو جاے تو قزاقون
کو بھی سزا دلواؤن پھر اپنے وطن جانیکی اجازت اور زاد راہ مانگون - اسی دُھن مین
وہ ایکدن فردوسی کے پاس پہونچ گیا اور سلام کر کے دشت قبچاق کا ذکر چھیڑا
فردوسی شاہنامہ کے لیے ایسے ایسے سامان کا متلاشی تھا - اُس نے دشت کے حالات
پوچھے - شیخ نے قزاقون کی بیدادگری کے ساتھ اپنے معلومات کا ذخیرہ اُگل دیا جو
وہان کے سرگردانی کے زمانہ مین حاصل ہوا تھا - فردوسی نے ایاز سے سفارش کر دی
اور ایاز نے سلطان تک پہونچا دیا چونکہ سلطان مردم شناس بھی تھا اور نیز شیخ نے
اپنے واقعات تجارت تفصیل سے بیان کیے - لہذا دنبون کی داروغائی شیخ کو مل گئی گو
اُسنے وطن جانیکی بار بار درخواست کی - مگر قبول نہوئی - ناچار اسی پر قناعت کی اور بال
منڈوانے مین کمال دکھلانے لگا -

سلطان کو ہندوستان پر بار [illegible] ملتان [illegible]
سے فوج لیکر غزنی سے چلا۔ شیخ بھی ہمراہ ہو لیا [illegible] کہ کسی طرح بھی خالی
ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشی۔ بی صفیہ بھی ساتھ تھی انکی
ہمراہی سے شیخ کو کچھ اذیت نہیں ہوئی کیونکہ دونوں کے اخلاق اور عادات میں
خلقی موافقت تھی۔ سلطان نے سومنات فتح کر لیا اور لوٹ گیا مگر شیخ نے ہمت
ہار دی اور ہندوستان ہی میں رہ پڑے۔

بدایوں کے پاس ایک قصبہ تھا چلہ وہاں سلطان نے تھوڑی سی جاگیر بطور التمغا
شیخ کے نام مقرر کر دی۔ اور شیخ بی بی کے ساتھ اسی قصبہ میں رہنے لگے۔

باب دوم

شیخ چلی کی پیدائش

شیخ النغمہ کا سلسلہ توالد و تناسل جاری رہا اور بڑھتے بڑھتے ایک اچھا
خاندان ہو گیا [illegible] کی پیداوار سے اس خاندان کو روز افزوں ترقی ہوتی
گئی آخر شیخ النغمہ کی ساتویں پشت میں شیخ ملھو ایک ذی لیاقت اور تیز فہم شخص ہوا
جسکی شادی اسکی چچا زاد بہن بی بی حمیقہ کیساتھ ہوئی چونکہ جاگیر میں بہت سے
حصہ بخرے ہو گئے تھے لہذا شیخ ملھو کچھ زیادہ خوشحال نہ تھا۔ تاہم وہ اپنی ذاتی
محنت اور زراعت سے ایک اعتدال کیساتھ بسر کرتا تھا۔ اور بڑی بات یہ تھی کہ
سامان معاشرت اسقدر وسیع نہ تھے جس سے اسراف کی نوبت آئے بہرحال وہ
روئی دال سے خوش تھا اور اپنی محبوبہ بی بی کے ساتھ بسر کرتا تھا۔ سنہ ۱۱۹ھ میں
شیخ ملھو کے یہاں بیٹا پیدا ہوا۔ چونکہ زمیندار تھا اور یہ لڑکا بڑی منت مرادوں
کا تھا۔ شیخ نے بڑی دھوم دھام کی اور پانچویں دن شیخ چلی قصبہ چلہ کی مناسبت
سے نام رکھا۔

ولادت کے وقت اس نامی مولود نے یہ جدت کی کہ ٹانگیں اوپر اٹھا دیں۔
اب ہزار جھٹکاتے ہیں نہیں جھکتیں خیال ہوا کہ شاید گھٹنوں میں قفلی کا جوڑ نہیں ہے

ٹٹولنے سے کوئی نقصان نہین پا گیا۔ دیر تک یہ حالت رہی اسکے بعد آپ رو دیے
اور آنکھین سیدھی کر دین۔ گو یہ ایک اتفاقی بات تھی اسی وقت کا پیدا ہوا بچہ کسی
ارادے پر قادر نہین ہو سکتا۔ مگر گھر والون نے بات کا بتنگڑ بنا دیا کہ بچہ آسمان کو
گرتا ہوا سمجھ کے اپنے پاؤن پر روکنا چاہتا تھا۔ زمانہ شیرخوارگی کے واقعات بھی
کیا ہون گے جنکو ہم لکھین اور جو کچھ ہون گے وہ اسکے افعال ارادی تو نہین
سکتے۔ اس لئے ہم بجز اسکے کہ اسکو چھوڑ دین چارہ ہی نہین ہے۔ البتہ یہ تحقیق معلوم
ہوا ہے کہ جب وہ دودھ پیتے تھے آپ بے انتہا رو کرتے تھے ادھر ماں نے منھ
سے چھاتی ہٹائی کہ خوش ہو گئے قلقاریان مارنے لگے۔ شیخ ملھو نے اپنے تجربات
کے بھروسے پر بہت غور کیا اور بھیڑون کے بچے کے دودھ پینے کے طریقے سے
بھی انکو ملا کے دیکھا کہ اسکی علت اسکے سمجھ مین بھی نہ آئی۔ حمیقہ کا تو یہ مشغلہ ہو گیا
تھا کہ جب تماشا دیکھنے کو جی چاہتا دودھ پلانے لگتی۔ طرفہ یہ ہے کہ سب بچون کی
طرح دودھ پینے مین ہمارے شیخ چلی صاحب حریص تھے اور اسیطرح ہمک ہمک کے
چٹخارے لیتے تھے مگر ساتھ ہی روتے بھی جاتے تھے۔

سوا دو برس تک خوب رو رو اور مچل مچل کے دودھ پیا۔ اسکے بعد بڑھا دیا گیا
ایلوے اور نیم کی پتی سے تو انہون نے سلامتی سے کبھی منھ نہین موڑا۔ مگر عقیلہ جو جیکے
نام سے بوٹی کاٹتی تھی۔ دودھ تو درکنار اسکا نام سُن کے وہ پھر دن آنکھین نہ کھولتے
اور ماں کو ٹٹول ٹٹول کے ڈھونڈھ لیتے۔

شیخ چلی چار سال چار مہینے کے بعد بسم اللہ کے لیے مستعد کیا گیا۔ اللہ آمین۔ اتنا
یاد اسکے الفاظ کا وہ یون بھی عالم بلکہ حافظ ہو چکا تھا اس رسم مین اُستاد نے بہت
سر مارا ہزار طرح پھسلایا بہلایا۔ مگر برے تیر نے سو ن جو کھینچی پھر نہ بولنا تھا نہ
بولا۔ شیخ ملھو نے اُستاد کو آخرکار روک دیا۔ شیخ کو ماں کے پاس پہنچا دیا اسکی ماں
نے جھٹ جھٹ بلائین لیکے پوچھا کیون بیٹا بسم اللہ پڑھ آئے۔ شیخ چلی نے گردن
کو تین جھٹکے سامنے کی طرف دیے جو اقبال کا اشارہ تھا۔ مگر منھ سے کچھ نہ بولا۔ اس رسم
کے بعد چند روز تک یون ہی چھوٹا رہا۔ اور اپنے ارادہ سے جب جی چاہتا دل بہلایا کرتا
ایسا رہتا۔ اسکا کھیل بھی سب لڑکون سے جدا تھا یعنی لڑکین کے ساتھ

وہ کھیلتا تھا مگر اس طرح کہ سب لڑکے دور دور بیٹھے ہوں ۔ وہ ایک طرف بیٹھا ہوا غور اور خوض سے دیکھ رہا ہے جہاں کسی لڑکے سے کھیل میں غلطی کی اس نے فوراً اصلاح کر دی ۔ اور ایسی بات بتا دی کہ سب لڑکے یا تو ہنس پڑے یا اسکو دو چار دھولیں چپتیں رسید کر دیں چونکہ وہ ایک بہت مالدار صاحب کا لڑکا تھا خدا نے شکوہ متانت اور تحمل بھی دیا تھا وہ اس مار پیٹ کی کچھ پروا نہ کرتا اور لڑکے دوستوں کی دراز دستی پر رنجیدہ نہ ہوتا ۔ ہاں جب بے تکا بھی چاہتا تو بلا قدم اور بغیر ڈرے وہ ایک بڑی اینٹ یا کھنگر اٹھا کے اپنے ساتھیوں پر بلا تعین شخصی دے مارتا ۔ اور اسقدر کھلکھلا کر ہنستا کہ بیتاب ہو جاتا ۔ اس حرکت کا عوض اس سے بہت سختی کیا تھ لیا جاتا مگر وہ کچھ پروا نہ کرتا اور روتا ہوا اپنی ماں سے جا کے شکایت کرتا ۔ لڑکوں پر منحصر نہیں ہے وہ راہ چلتوں کو اپنی بذلہ و نوال سے محروم نہ رکھتا ۔ اور بے تحاشا ڈھیلے کی تواضع کر بیٹھتا ۔

ایک دن لڑکوں نے گدھا پکڑا اور اس کی جان عذاب میں کر رکھی تھی شیخ چلی کو اس حرکت پر غصہ آیا اور بہزار خرابی گدھے کو ان ظالموں کے ہاتھ سے چھڑا کے الگ لیگیا اور اپنے کمر بند سے اسکے منہ میں گرہ دیکے سوار ہوا ۔ اور سیدھا دھوبی کے یہاں پہنچایا ۔ دھوبی ابھی بولنے بھی نہ پایا تھا کہ شیخ چلی اس زور سے بڑا کہ ہم کیا تیرے باپ کے نوکر ہیں جو تیرا گدھا لونڈوں سے چھڑاتے پھریں ۔ اگر اب کی بار تو نے گدھے کو چھوڑ دیا تو تیرا گھر پھونک دوں گا ۔ دھوبی بہت جھلایا مگر وہ اسکو جانتا تھا اور شیخ چلی کی دراز دستی سے بھی واقف تھا گدھے کو چھین لیا اور شیخ چلی کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا ۔

ایک دن وہ پیشاب کرنے بیٹھا اور اتنی دیر تک بیٹھا رہا کہ اسکی ماں کو پکارنے اور خبر لینے کی ضرورت ہوئی ۔ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا جب زیادہ دیر ہوئی تو شیخ ٹھو اسکے قریب گیا اور ہاتھ پکڑ کے کھینچا ۔ شیخ چلی اٹھ تو کھڑا ہوا لیکن بولتا نہیں ہے ۔ باپ نے چاہا کہ ماروں ۔ شیخ چلی ہاتھ جوڑنے لگا ۔ مگر بولا اب بھی نہیں ۔ باپ نے غور سے دیکھا تو اس کے دونوں گال اس طرح پھولے نظر آئے گویا کوئی چیز منہ میں بھری ہوئی ہے اور منہ چپکا ہوا ہے ۔ شیخ ٹھو نے زور سے منہ دبا دیا تو ایک کلی پانی اسکے منہ سے

گرا۔ ساتھ ہی وہ رو کے مچل گیا۔ واہ تم نے میری محنت برباد کی مین نے منھ مین کلی بھر کے پیشاب کرنا چاہا کہ دیکھون منھ کا پانی پیشاب کی راہ سے نکل جاتا ہی یا نہین

شیخ چلی آٹھ برس کا ہو گیا۔ مگر مکتب مین نہ بیٹھا۔ وہ بیٹے ہمجولیون کیساتھ دنیا کے خارجی امور کا تجربہ حاصل کرنے مین تو بہت سرگرم تھا مگر پڑھنے مین انکا ساتھ کبھی نہین دیا۔ چونکہ سلامت روی اسمین اسدرجہ پر تھی کہ آپ کو یقین ہی نہ آتا تھا میرا بیٹا ایک غیر معمولی طبیعت کا انسان ہونیوالا ہی۔ یا ایسی وارستہ مزاجی مین بلا کی جدت اور طباعی بھی موجود ہی اسیوجہ سے شیخ ٹھو نے اسکے مکتب مین زبردستی بٹھانیکی کوشش نہین کی۔

شیخ چلی باغون اور کھیتون کی طرف اکثر نکل جاتا اور کھلے میدانون مین گھنٹون وہ اس بات کی کوشش کرتا کہ دوڑ کے آسمان کی جھکی ہوئی دیوار کو چھو لے۔ ہر بار کی ناکامی سے وہ ایک منٹ کے لیے بھی مایوس نہ ہوا اور ہمت سے یہی باور کر لیتا کہ کل ضرور دیوار تک پہونچ جاؤن گا۔

وہ اکثر چلتے پھرتے یہ خیال کرتا کہ دونون پاؤن ایک ساتھ اٹھین اور ساتھ ہی زمین پر پڑین تو زیادہ تیزی سے راستے ہو۔ اس امتحان مین وہ دیر تک اُچھلتا۔ اور منھ ہاتھ کے چوٹون کی پروا نہ کرتا۔ اسکو یقین تھا کہ چند روز مین میرے دونون پاؤن ضرور اُٹھین گے۔

وہ انتہا کا نازک مزاج اور نطافت پسند تھا۔ بارہا اُسنے صرف اس لیے کپڑے اتار کے پھینک دیئے کہ میرا جسم بوجھ پڑنے سے کچل نہ جائے۔ شبرات مین اُسکے باپ نے آتشبازی منگوا دی۔ چونکہ برسات کا موسم تھا چھچھوندرین پھلجھڑیان۔ انار وغیرہ سب نمی کی وجہ سے چھوٹتے نہ تھے۔ شیخ چلی نے سب گھر والون کی آنکھ بچا کے اپنی طباعی کے جوہر دکھانے چاہے اور ایک بڑی سی پتیلی مین ساری آتشبازی بھر کے چولھے پر چڑھا دی۔ آنچ تیز کر دی مطلب یہ تھا کہ اس ترکیب سے آتشبازی سوکھ جائیگی مگر دم بھر مین پتیلی تیز ہوئی اور چھچھوندرون نے زور باندھا شیخ چلی نے اسکا تدارک پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ گھڑا بھر پانی چھوڑ دیا اور اسطرح اپنی آتشبازی بچا لی۔

اس عمر تک اُسکے جسقدر حالات معلوم ہوئے ہین اُس سے پتہ چلتا ہی کہ معمولی

طبیعت کا رنگ کاد بھا بلکہ ذکاوت خداداد سے خوق العادت ترکیبیں اسکی اگلی زندگی کے حصے کی نسبت یہ رائے قائم کرانے پر مجبور کرتی ہیں کہ وہ ایک بڑا ہر ادر موجد ہونیوالا ہے اسوجہ سے ہم زیادہ تفصیل نے نہیں لکھتے۔ بلکہ اسکی کسر اُسکے شباب اور جوانی کے حالات مین نکل جائیگی تاہم بعض واقعات جو بالکل اسکی طبعزاد خاص ہونگے ہم بیان کرتے جائینگے۔

تیسرا باب

شیخ چلی کی تعلیم وغیرہ

نوین برس باپ نے بہت مجبور کیا اور وہ محلہ والی مسجد کے مکتب مین جانے لگا۔ اپنی لاجواب ذہانت سے بغدادی قاعدے اسنے دسوان برس شروع ہوتے ہوتے ختم کر دیئے اُستاد کو اُسکے پڑھانے مین کچھ دقت ہی ہوتی تھی کیونکہ وہ ہر کام اصل سے کرتا تھا یعنی دو حرف کمیشت اُستاد اُسکو بتا دیتے تھے۔ اور دو تین دن مین سنے لنے رے نہ سکتے کتنے وہ بالکل یاد کر لیتا تھا۔

شیخ چلی کے مکتب مین بیٹھنے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اُستاد کو اتنی سکت ہی نہ رہتی تھی کہ شیخ چلی کی مرمت کے بعد کسی اور لڑکے کو قمچیان مارنیکا موقع ملتا۔ لڑکے وہی تھے جو اسکے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور اسلیئے اُس کو گرفتار سے انس اور یارانہ پیدا کرنے مین انکو کچھ محنت نہین پڑی وہ سدھا ہوا انکا ہجولی تھا۔ آپس کی شرارتون کو وہ آسانی کیساتھ غریب شیخ کے سر تھوپنے مین کبھی نہ چوکتے اور مولوی صاحب کی پرسش پر یہ صابر اور متحمل لڑکا بے تکلف اپنا قصور قبول کر لیتا۔ بلکہ جس بدسلوکی کی فریاد ہوتی تھی اسی کو عملی طور پر بھی دکھا دیتا کہ مین نے یون منھ چڑھالیا تھا اسطرح چپت ماردی تھی۔ لڑکون کی کتابون اور قلم دوات کے انتظام مین اُسنے بڑی دلچسپی ظاہر کی یمکن نہ تھا وہ کسی کی کتاب پاجاتا اور دو چار ورق کی تخفیف نہ کر دیتا اُسکا خیال تھا کہ اس ترکیب سے کتاب جلد ختم ہو سکتی ہے اور دوسری کتاب شروع کرنے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہین ہے قلمون سے وہ میاں جی کے حقہ بھرنے کی انگیٹھی کو ہمیشہ گرم کر دیا کرتا اور قسم سے جسکہ قلم نکال کے دیدیتا اور لکھتا پھر بنا لو۔

تختی پر وہ اسطرح مشق کرتا کہ تل بھر سفیدی نہ چھوٹتی۔ آسان لٹکا اسکے ہاتھ آ گیا تھا کہ دوات سے سفوف نکالا اور تختی کو لیپ دیا۔ اس کامیابی پر وہ اسقدر خوش ہوتا کہ اُستاد کو بغیر دکھائے نہ رہتا جسکا صلہ وہ خوشی سے قبول کرنے پر ہر دم تیار تھا۔

کتب فروش اسکو ہمیشہ دعا دیتے تھے کیونکہ اسکی وجہ سے نہ صرف اسکا باپ دوسرے چوتھے روز نئی کتاب خریدتا بلکہ اور لڑکوں کے ورثا بھی جلد جلد کتابیں لینے پر حریص تھے۔

اُستاد نے کئی بار اسکو عزت کیساتھ یہ کہکے رخصت کر دیا کہ جاؤ تم فاضل ہوگئے۔ مگر وہ علم کا ایسا شوقین تھا کہ تیسرے ہی روز باپ کے ساتھ مکتب میں داخل ہو جاتا تھا اور پچھلا پڑھا لکھا از سر نو دہراتا۔ تاکہ کچھ غلطی نہ رہجائے۔

تمام جہان کے معلم بدخو زش مزاج ہوا کرتے ہیں اس مکتب کے میانجی ان صفات میں کسی سے پیچھے نہ تھے اور لونڈوں کو بھی بالطبع استاد سے عداوت ہوتی ہے اس کلیہ کی بنا پر ایک بار لڑکوں نے سازش کی کہ مولوی صاحب کو کواچ کی پھلیوں کا مزا چکھانا چاہیئے۔ بیچارے نے عمر بھر دیکھی بھی نہ ہوں گی اس شورہ میں شیخ چلی صاحب بھی شریک تھے۔ گو سب لڑکوں سے انکی رائے مختلف تھی یعنی اُن کی صلاح تھی کہ پھلیوں کو استنجے کے ڈھیلوں پر ملنا چاہیئے بلکہ دھوبی ہمارا دوست ہے اس سے کہلے پاجامہ میں لگوا دیں گے۔ لیکن کثرت آرا سے انکی رائے نامنظور ہوئی۔ اور حقہ کی مہنالی۔ استنجے کے ڈھیلوں اور وضو کے لوٹے میں پھلیاں پیس کے چھڑکی گئیں۔ سویرے یہ سب کام ہو چکا تھا مولویصاحب نے ابھی کوئی چیز استعمال نہ کی تھی کہ شیخ کا آموختہ سننے بیٹھے۔ یہاں وہی الف دو زبر ان اور آگے آیہ مطلق پڑے اور بہت پٹے۔ تب تو دانت پیس کے مولوی صاحب سے کہدیا۔ میں نے تو پاجامہ میں پھلیاں ملنے کو کہا تھا۔ مگر سب نے لوٹے میں ڈالی ہیں اور ڈھیلوں پر ملی ہیں۔ اب کی بار میں بھی تم کو پان میں کھلا دوں گا۔ مولوی چونکتا ہوئے اور بھید کھل گیا۔ شیخ چلی سے اگر حماقت ہوئی ہے تو عمر میں یہی ہوئی کہ

مولوی صاحب بال بال بچ گئے۔ الغرض شیخ چلی اپنی خداداد طبیعت کے زور دکھا رہا ہے
اور ہر روز ایک نئی ادا اُس دانشمند لڑکے کے انداز سے پیدا ہو رہی ہے۔ دنیا کے
مرقعہ مین کُل نہین تو اُسکے قصبہ سکونتی کے لوگ اُس کی حرکات سے دلچسپی حاصل
کرنے لگے ہین اور وہ اتنے سے سن مین ناموری کے آسمان پر زینہ لگا چکا ہے -
چڑھنے کی کسر باقی ہے - صرف تعلیم مین اُس نے پندرہ برس کے سن تک
معروفیت کے ساتھ اپنے کمالات کو ایک متوسط ایشیائی ذہنی علم کی حد تک
پہونچا دیا - چونکہ طباعی کے ساتھ اس کا حافظہ بھی بے نظیر تھا وہ اپنے کل
سبق حفظ کر لیا کرتا تھا - اور چونکہ ذہین اور طباع آدمی بے پروا بھی ہوا کرتے
ہین اس لیئے وہ اپنے لکھنے پڑھنے مین استقلال کو بہت دخل دیتا تھا - اسیوجہ
سے آج کا سبق جو حفظ کرنے کی حد تک پہونچ جاتا تھا کل بالکل سپاٹ اور سہو محو
ہو جاتا تھا - جسکو وہ باہمت طالبعلم پھر دوہرانے سے کبھی نہین تھکتا تھا - اُسنے
تعلیم کے بعد مکتب چھوڑ دیا - اور نام خدا اب جوان ہو گیا اس لیئے شوریدگی شباب
نے اُسکے دلی جذبات کو اور بھی چمکا دیا - جس سے اُسنے اپنی اس جدید زندگی
کو بہت ہی قابل یادگار بنانے مین ذرا بھی کمی نہین کی -

چوتھا باب

شیخ چلی کا شباب

مرادون کی راتین جوانی کے دن - شباب کی اُمنگ سودا جوش پر - یہ سن ہر
انسان کو جو رنگ دکھاتا ہے سارے زمانے کو معلوم ہے مگر اس حکیم مزاج فخر زمانہ
ہونہار نوجوان کو اپنے شباب کے زمانہ مین اُن تمام نامعقول خواہشون اور ارادون
کے روکنے مین کچھ بھی دقت نہ پڑی جسکو بڑے محتاط اور تعلیم یافتہ نوجوان بھی
نہین روک سکتے -

آغاز شباب کے آثار مین وہ غیر مہذب مقدمہ تھا جو ہر جوان ہونیوالے لڑکے
کو قدرتاً پیش آیا کرتا ہے - شیخ چلی ایسا ویسا گھامڑ تو تھا ہی نہین کہ ایسے بڑے
معاملہ کو سرسری چھوڑ دیتا - اُسنے قیاس کیا کہ میرے زیر ناف اندر وار کوئی پھوڑا

ہوا ہے جبکا ریم خارج ہوتا ہی۔ دو ایک روز وہ خود سوچا کیا کہ اُسکا کیا علاج ہونا چاہیئے۔ مگر اُسنے کچھ زیادہ احساس پھوڑے کا نہ پایا یعنی درد وغیرہ نہ ہوا تو اُسنے بے اعتنائی کی مگر دوسری بار تو اُسکو بہت ہی اہتمام کے ساتھ وہم نے گھیرا کہ پھوڑا ابتک باقی ہی اُسنے بالائی لیپ اور پولٹس وغیرہ کا استعمال کیا مگر کچھ فائدہ ہوا ناچار اُسکو اپنے باپ سے اطلاع کرنیکی ضرورت پیش آئی اور اُسنے اپنی ذہانت کو اچھی طرح ثابت کر دیا۔

باپ نے جو تدبیر اُسکے دفعیہ کی فی الوقت کی ہوگی اُسکا پتہ کسی تاریخ وغیرہ سے نہیں چلتا۔ ہاں اتنا تحقیق ہوا ہے کہ اُسنے بیٹے کی شادی کر دینے کا مصمم قصد کر لیا اور دولھن کی تلاش ہونے لگی۔

شاید بلکہ یقیناً شیخ چلی تمام انسانوں کی طرح اپنے پھوڑے کے بے ضرر ہونیکی وجہ سے پھر اُسکے علاج وغیرہ کے درپے نہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ بیماری جبکہ دوامی ہو جائے یا متاذی نہو تو عملاً اُس سے قطع نظر کیجاتی ہے۔ شیخ چلی بھی اس پھوڑے کو سمجھ لیا کہ ناسور ہو گیا ہے جو علاج پذیر نہیں ہے اور نہ اسکو کچھ تکلیف ہی۔ اسلیئے بار دیگی گولی۔

اب اسکا سن سترہ یا اٹھارہ سال کا ہو گیا ہی۔ شباب کے جادو اُسپر چل رہے ہیں۔ اور وہ بن ٹھن کے بازار میلہ۔ محلوں کی گلیوں میں معمول سے زائد پھرنے لگا ہے۔ مگر اُسکی باقالوطبیعت کا یہ حال ہی کہ کہیں دل نہیں اٹکاتا راہ چلتے کسی عورت کو عام اس سے کہ یقین ہو یا نہ ہو دو ایک کنکریاں۔ ایک آدھ ٹھوکر یا دھکا رسید کرنے میں مشاق ہو چلا ہے۔ جسکے عوض گالیاں کھاکے بھی بدمزہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ہنستے ہنستے خود ہی لوٹ جاتا ہے۔ اسکی فرزانگی کا یہ عمدہ نمونہ ہی کہ شیرے کی مکھی بن کے نہیں چمٹتا۔ بلکہ دو گال یہاں ہنس لیئے دو گال وہاں۔ بڑی بات یہ تھی کہ وہ بے فائدہ فکروں سے بچنے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ اسلیئے اُسنے اسمیں کوئی ایسا طوطا نہیں پالا جسکی وجہ سے زندگی اجیرن ہو جائے۔ وہ دن بھر میں سو ہی بار عاشق ہوتا اور سو ہی بار عشق کو رخصت کر دیتا۔ محبت کے مضبوط پھندے اُسکو پھانستے۔ مگر آنکھ اوٹ

ہوتے ہی وہ سب کو تار تار کر ڈالتا - چونکہ فطرتاً قلب و دماغ مادہ فصاحت سے خالی نہ تھا
پھر بھی باوجود ان تمام احتیاطون کے دلی جذبات کے ہاتھون بےبس ہوجاتا -
چنانچہ وہ ایک دن چڑیمارون کے محلہ مین گیا اُسی دن بہت سے جانور ایک
چڑیمار پکڑ لایا تھا اور اُسنے اپنی نا کتخدا بیٹی کو اُن کے بیچنے کے لیے بھیجا تھا
گلی کی موڑ پر ناگاہ شیخ چلی اُس سے دوچار ہوگیا - اور تیر محبت ساتھ سینہ مین
ترازو ہوا - آشفتہ سرون کو ننگ و نام کی کبھی پروا ہوتی ہی نہین شیخ چلی
بغیر اسکے کہ ذرا بھی پس و پیش کرے لڑکی کے سامنے خاموش کھڑا ہوگیا - وہ
بچ کے نکلنا چاہتی تھی اور یہ آڑ ہوجاتا تھا - آخرش اسنے ذرا ڈانٹا تو یہ
بھی گرما گئے اور پوچھا کہ تو مجھ سے کیون بات نہین کرتی مین تیری چڑیا نہ لون گا
بلکہ تو کہے تو اُنکو بیچ کے لا دون - لڑکی گھبرائی یہ سڑی تو نہین ہوگیا ہے - اور
پیچھے پلٹنا چاہا - اُس عاشق جانباز نے اتنی فرصت ہی نہ دی اور چڑیون کی
بھیلی چھین کے سب اُڑا دین - لڑکی کو زور سے کاٹ لیا - اور اپنا راستہ لیا
بلکہ کچھ پہلے ہی چڑیمار کے مکان پر پہونچ کے جڑ دیا کہ تیری لڑکی نے جانور
چھوڑ دیئے - چڑیمار دوڑا تو لڑکی کا گال لہولہان اور اُس کو زار و قطار
روتے پایا - جبتک شیخ چلی کے پاس آئے آئے آپ دوسری تفریح
کی فکر مین جا چکے تھے -

شیخ چلی شباب کی ترنگون مین گویا کنھیا ہو رہا ہے - کوئی مقام تفریح اس سے
بچ نہین رہتا - جہان وہ دن مین دو ایک بار نہین ہو آتا - اور ایک نہ ایک
کرشمہ نہ دکھا دیتا ہو - چونکہ اُسکا خاندان معزز ہے اور باپ بڑا ملنسار نیکبخت
لہذا اُسکے ساتھ لوگ ایک حد تک مراعات بھی کر جاتے ہین اور عادت سی ہوجانے
سے اُسکی دراز دستیون یا شوخیون کی مکافات نا قابل برداشت نہین کرتے بلکہ
اکثر ٹال جایا کرتے ہین - غالباً اُسکی بڑی وجہ تھی کہ شیخ چلی کے حرکات و
افعال چونکہ معمولی ہوتے نہین بلکہ اُنکی تہ مین ایک نہ ایک بدیع نکتہ یا
حکمت چھپی ہوئی ہے جسکے غوامض پر عوام الناس تو درکنار خاص لوگون کو
وقوف ہونا بہت مشکل ہے - اسیلئے اپنے عجز کا اعتراف کرکے کوئی اُس سے

معترض نہین ہوتا۔ اور گویا سانڈ بنا کے چھوڑ دیا ہے۔ اسوجہ سے اُسکو اپنی
مطلق العنانی کا لطف خاصی طرح مل رہا ہے۔

جوانی مین اُسکی عقل بھی زیادہ پرزور ہو گئی۔ ایکبار اُسنے جامن کھانے مین گٹھلی
نگل لی۔ ای ہے غضب ہو گیا اُسنے فوراً علم فلاحت کے اصول سے یقین کر لیا کہ
ضرور میرے پیٹ مین درخت اُگے گا۔ وہ اس بات کی پروا کبھی نہ کرتا کہ درخت
اُگنے سے کیا نتیجہ ہو گا۔ اگر اسکو اس بات کا افسوس نہ ہوتا کہ وہ کیسے پھیلے گا
اور بڑھے گا۔ کیونکر پھل لگین گے۔ پیٹ کی وسعت اور بساط سے وہ ناواقف
نہ تھا اسلیئے اُسنے اہتمام بلیغ کیا۔ کہ کسی طرح تخم خارج ہو جائے ورنہ
درخت بیکار رہ جائیگا۔ چنانچہ استفراغ کر کے اُسنے اپنا اطمینان کر لیا کہ اب
کچھ خطرہ نہین ہے۔

اُس کے باپ کے زراعت پیشہ ہونے سے ہر قسم کے جانور گھر مین موجود تھے۔
ایک گائے دودھاری تھی جسکا دودھ ہمیشہ گھر کا نوکر دوہا کرتا تھا۔ ایک دن
نوکر نہ تھا۔ شیخ چلی نے باپ سے اپنے وسیع تجربے کے بھروسے پر دودھ دوہنے
کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔ اور دودھ کا ظرف لیکے اپنے کام مین مصروف
ہو گیا۔ مگر گائے کے تھن سے ایک قطرہ بھی نہین نکلتا۔ گھنٹہ بھر تک اُس نے
محنت کی اور تمام تدابیر عمل مین لایا لیکن ناکامی ہوئی۔ آخر جھنجھلا کے
اُٹھ کھڑا ہوا اور لوٹا پٹک دیا باپ نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے غصہ مین بھرا
ہوا تھا ہی جواب دیا گائے سب دودھ چڑھا گئی اس کو بیچ ڈالنا چاہیئے
جب باپ نے زیادہ تحقیقات کی معلوم ہوا کہ ایک بڑھے بیل کو وہ دوہتا
رہا جو بڈھیا بھی تھا۔ اس غلطی کی صفائی مین شیخ چلی کا یہ جواب کہ اندھیرے
مین شناخت نہ ہو سکی۔ بالکل مسکت اور کافی تھا۔

اسد اسد اسکی قابلیتون اور دانشمندیون کا ایک گنج شایگان ہے جسکو
اہل زمانہ کی بے خبری یا ناقدردانی نے خاک مین ملا رکھا ہے اور کسی نے اس سے
نفع اُٹھانے کا ارادہ نہ کیا ایسے اہل کمال ہوتے کا ہکو ہین۔

دنیاوی کاروبار مین اسکو اسدرجہ دقت نظر حاصل تھی ممکن نہین کہ وہ

چوک جاتا - اور اپنا نقصان کر لیتا - پورے حالات تو اپنے موقع پر بیان ہون گے
یہان صرف ایک قصہ نمونہ کے طور پر لکھا جاتا ہے -

اُس کے باپ نے اپنی بی بی کے لیے چاندی کے کڑے سنار کو بنانے کے لیے
دیئے ایسے پیشے والے جھوٹے ہوتے ہی ہین - کئی بار وعدے کرتا رہا اور تیار
کر کے نہ دیئے ایک دن شیخ چلی کو اسنے تقاضے کے لیے بھیجا - سنار کڑے تیار
کر چکا تھا صرف جلا باقی تھی اُسنے شیخ چلی کو ٹھہرا لیا کہ ذرا دیر مین کڑے
لیتے جاؤ - شیخ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی کڑے جو بن رہے ہین میری مان کے ہین چپکا
بیٹھ گیا - سنار نے کڑون کو سہاگے مین لتھیڑ کے آگ مین ڈالا اور خوب تپانے کے
بعد نکال کے اور صاف کر کے شیخ کے حوالے کیے - شیخ بگڑ گیا کہ واہ جلے ہوے کڑے
مین کبھی نہ لیجاؤنگا - مان بہن کے گھر کا دھندا کر گئی - پھر پانی لگا اور یہ پگھلے - سنار نے
بہت سمجھایا - مگر وہ ہوشیار آدمی بھلا ایسے چکمون مین کب آتا تھا -

آخر یہ طے ہوا کہ باپ کو لیجا کے دکھاؤ - اگر وہ جلے ہوے سمجھ کے پھیر دیگا مین
دوسرے کڑے بنا دونگا - شیخ اسپر راضی ہوا اور کڑے لیکر گھر چلا اسکی شوخ طبعی
اور تیزی گھر تک پہونچنے کی کہان متحمل تھی اسلیے راستہ کے تالاب مین اُس نے
خود ہی امتحان کیواسطے کڑے ڈالے جو ایسے گھلے کہ غائب ہو گئے وہ لپکا ہوا
باپ کے پاس آیا اور تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ

سنار نے ایک تو کڑے جلا دیئے دوسرے یہ ظلم کیا کہ ایسی دوا لگا کے جلائے
تھے کہ مین نے جب پانی مین ڈالے ذرا بھی چاندی کی سفیدی نہ معلوم ہوئی
اور بالکل گھل کے اس مین مل گئے - باپ بیچارے نے بیٹے کی اس کارستانی
کو سوچ کے کہ بیٹے کو نظر نہ لگ جائے کسی سے نہین کہا اور چپکا ہو رہا -

ایک مرتبہ اُسکے گھر کے جانور تالاب مین پانی پی رہے تھے - ایک
بیل پانی پینے مین پیشاب بھی کرنے لگا - اُسنے دیکھا اور اُسی وقت
ذبح کر ڈالا کہ لوٹا ہوا بیل کس کام کا -

پانچواں باب

شیخ چلی کی شادی

غریب باپ کو جسقدر دقت اس معاملہ میں اُٹھانی پڑی تمام عمر کو کافی تھی جب سے
وہ جوان ہوا باپ کو شادی کی فکر ہوئی اور اپنے قبیلہ میں کئی لڑکیوں کی خواستگاری کی گئی
کی۔ لیکن شیخ چلی کی باریک بینی اور موشگافی سے سب رشتے بچ گئے جب کہیں بات
چیت شروع ہوئی ابھی کوئی امر طے نہ ہونے پایا تھا کہ آپ سسرال پہونچ جاتے اور
اپنا استحقاق زوجیت اضمار قبل الذکر کی طرح جتانے لگتے۔ ساتھ ہی یہ خواہش بھی
پیش کی جاتی کہ ہماری منسوبہ جو عنقریب ہماری بی بی ہوگی۔ لیکن ابھی سے ہمارے
ساتھ نہیں بھیجدی جاتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دانشمند شخص کو آجکل کے یورپ کے
طریقہ شادی کا موجد ہونا قدرت نے پہلے ہی مقدر کر دیا تھا۔ یعنی اس درخواست
سے اُس کی غرض یہی تھی کہ جس عورت سے تمام عمر کا سابقہ ہو جو دنیا کی گاڑی کو
میرے ساتھ کندھا دے کے ہمیشہ کھینچنے والی ہو۔ اُسکے اخلاق۔ عادات تعلیم
میں سلیقہ وغیرہ پر مجھے پہلے ہی سے مطلع ہو جانے کا ضرور حق ہے دیکھ لو
یہی طریقہ آج تمام مہذب دنیا میں جاری ہے اور نئی روشنی کے چشم و چراغ
ایشیائی نوجوان جو یورپی تہذیب سے کامیاب ہو رہے ہیں اس طریقہ کو جاری
کرنے میں کسقدر ساعی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ شیخ چلی کی یہ جلد بازی سراسر
حکمت اور دور اندیشی پر مبنی تھی۔ مگر وائے ناکامی اسوقت کی جہالت اور خاندانی
رسموں نے اسکی بات پیش نہ جانے دی۔ اور تابڑ توڑ ناکامیوں کا شکار بننا پڑا
شیخ چلی جب بہت تنگ آگیا سرے سے شادی کا انکار ہی کر دیا۔ اور بات
صاف کہدیا کہ میں یوں صبر نہیں کر سکتا جبتک میری منسوبہ میرے گھر نہ آجائے
شادی کیسی۔ اس ضد نے شیخ کے باپ کو بہت پریشان کیا۔ ایک تو یوں
ہی کوئی لڑکی اُس کے جوڑ کی اپنے کفو میں نہ تھی دوسرے اس حکیمانہ مطلب
نے سب کو چونکا دیا اور شیخ چلی کے انکار سے پہلے ہی سب جگہ سے انکار ہو گیا

باپ تھک کے بیٹھ رہا اور مجنون عامری کے باپ کی طرح بیٹے کی سرشوریوں نے اسکا
دل پاش پاش کر دیا۔ اب شیخ کو ہمت بندھی بلکہ ہٹ آپڑی کہ ہم خود ہی اپنی
بی بی ڈھونڈھ لائینگے چنانچہ وہ اپنے قصبے سے نکلا اور سیدھا بخارا پہونچا ۔
جن صاحبزادے کا قصہ عالم میں مشہور ہے کہ "انکے باپ کے دوست دروازہ
پر آئے تو صاحبزادے لونڈی کی گود میں باہر نکلے ۔ ماشاءاللہ اسوقت صرف
سترہ برس کا سن تھا ۔ آنیوالے نے برخوردار سے پوچھا میاں کیا پڑھتے
ہو گردن پھرا کے فرمایا بوا بتا دے "قل ہو اللہ" وہ صاحبزادے اب اچھے
خاصے جوان ہو چکے تھے شیخ کو رستہ میں مل گئے اور بہت آؤ بھگت سے اپنے
گھر لے گئے۔ شیخ کی مہمانی میں اُنھوں نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر شیخ کو
ذرا لطف نہ آیا وہ دلھن کی فکر میں ایسا غلطان پیچان تھا کہ کھانا بھی اچھا
نہ معلوم ہوا۔ میزبان نے سبب دریافت کیا تو شیخ نے اپنا قصہ اور قصد
بیان کیا۔ حرف مطلب سنتے ہی میزبان رو پڑا۔ اور شیخ کو لپٹ گیا۔
بات یہ تھی کہ اسی آفت میں وہ بھی مبتلا تھے شیخ نے انکو سمجھانے کی کوشش نہیں کی
بلکہ فوراً اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہو میں جو فکر اپنے لیے کر رہا ہوں وہی اُسکی
سمجھ میں بھی آجائے اور میری مطلوبہ کو چھین لے۔ اُسیوقت میزبان سے
بہت بدمزگی کے ساتھ رخصت ہوئے اور بازار میں ایک دوکان خالی
دیکھ کے رات کی رات [illegible] شیخ کو محلوں کی سیر کو نکلے۔ آدمی بچیلے نکیلے تھے
ماوراءالنہری خوبان کی نگاہ کاریاں چہرہ سے ظاہر تھیں۔ گلی میں جو دیکھتا حیرت
میں آجاتا۔ چال ڈھال بھی زمانے سے نرالی تھی۔ کہیں تو قدم پھونک پھونک
کے دھرتے کہیں [illegible] ہوئے چلتے۔ اکثر اُلٹے پاؤں چلنے کے کرتب
دکھاتے غرضکہ جیسا موقع [illegible] جیسی ضرورت ہوتی [illegible] اپنی حکمت
سے ویسا ہی ٹھاٹھ بدل لیتا۔

اس طرح آوارہ پھرتے پھرتے وہ ایک [illegible] دروازہ پر
پہونچے اور بے کھٹکے اندر جانے کی ضرورت سے اُنھوں نے [illegible] میں قدم
رکھا دربانوں کے روکنے سے وہ کیا رک سکتا تھا۔ لیکن اس بیوجہ بد تہذیبی

سے متاثر ہو کر جو دربان نے اُن کے ساتھ کی تھی وہین ٹھہر گئے۔ اور دیر تک
غصہ مین روتے رہے دفعتاً ایک آدمی اور نمودار ہو گئے۔ تب شیخ نے اپنے حالات
خاص بیان کیئے اور صاحب خانہ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔

وہ دولت سرا جناب شریعت پناہ قاضی القضاۃ کی تھی اُس زمانے
مین قاضی بدر الدین اس مسند پر جلوہ فرما تھے سپاہیون نے قاضی صاحب
کو اطلاع دی اُنھون نے نہایت اخلاق سے شیخ کو اندر بلایا اور معمولی مراسم
کے بعد استفسار حال کیا۔ شیخ نے اپنی شادی کی درخواست کو بہت ہی
موثر طریقہ سے پیش کیا۔ اور بعد بہت سی ردوقدح کے قاضی صاحب نے
اپنی خانہ زاد لونڈی کے ساتھ عقد قرار دیا۔ شیخ کو نہین معلوم تھا کہ وہ
جاریہ زادی ہی عقد پر راضی ہو گئے۔ مگر معمولی ہدایتی مین قبل نکاح کے
اپنی منسوبہ سے ملنے کی درخواست کی۔

قاضی صاحب نے بہت سمجھایا لیکن ایسا تجربہ کار آدمی کب ماننے والا
تھا ناچار قاضی صاحب کے شرعی انکار پر۔ شیخ ناراض ہو کر چلا آیا اور
بہت حیران ہوا کہ شادی کیسے ہو اور کہان سے ڈھونڈھ کے بی بی لانا چاہیئے
اس فکر مین وہ دیر تک برابر ایک غیر نافذہ کوچہ کی موڑ پر بیٹھا رہا اور عہد
کر لیا کہ جبتک اپنی مرضی کی بیوی نہ ڈھونڈھ لون گا کھانا پانی حرام
ہے پیچ کناہی جو سیدہ یا بندہ۔

تیسرے روز سویرے ایک سرا ان نوجوان عورت خوب گدبدی ایک خاص
ستانہ اداسے اُدھر سے نکلی اور شیخ کی طرف نگاہ اُٹھا کے دیکھا ہی
تھا کہ شیخ لول اُٹھا عربیہا تی ہو وہ طلب دالا۔

دل کا میلان یا قدرتی سامان کچھ سمجھنے کی بات نہین۔ آنکھ چار ہوتے
ہی دونون مین وہ میل جول ہوا کہ برسون کے شیدائیون اور چاہنے والون
مین کیا ہوگا۔ شیخ کی ادا شناسی کا امتحان ایسے ہی وقت پر منحصر تھا۔ اُسنے
سر سے پاؤن تک ایک بار اُسے دیکھا اور گویا تمام اندرونی بیرونی خوبیون کی
سلیس لکھی ہوئی کتاب پڑھ لی جسکے مطالب و معانی مین غور کرنیکی اسے

ذرا بھی مشکل نہ پڑی۔ اُسیوقت نظر سے سب کچھ تاڑ لیا کہ ہو نہو یہی میرے لئے یہی راحت جان اور باعث آسائش ہو۔ غرضکہ دونون نظرباز ایک دوسرے کو تاڑ گئے۔ اور ایسے بے تکلف ملے کہ پھر جدا ہونے کی قسم کھائی۔ شیخ کوئی معمولی آدمی تھا نہین آناً فاناً اُسکے انتخاب اور پسند کا چرچہ ہو گیا۔ اور ہر طرف سے لوگ اُمنڈ آئے۔ غریب الدیار آدمی اُسپر اتنا بڑا ذہین عقیل۔ سب نے اُسکے ساتھ خالص ہمدردی کی۔ اور اس برخوردار جوڑے کو ایک مرفہ الحال آدمی اپنے ہمراہ لے گیا۔ دوسرے ہی دن قاضی صاحب نے آکے نکاح پڑھ دیا۔ ۶ ہو گئی دھوم دھام سے شادی۔

چھٹا باب

امتحان روزگار

شادی ہوئے پانچ برس بھی نہ ہوئے تھے کہ تین چار بچے شیخ کے یہان ہو پڑے۔ شیخ کے مان باپ دونون شادی کے قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔ اثاثہ خاندانی مین بڑی چیز کچھ غلہ چند بیل تھوڑی سی زمین ایک مکان شیخ کو ملا تھا۔ غلہ تو پہلے ہی سال ہوا ہو گیا۔ بیلون کو اُسنے اپنی جبلی رحمدلی کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا اور زمین کی نسبت اُسکو ہمیشہ اپنی ایمانی قوت سے یہ شبہ رہا کہ ذرا بھی مین نے اسمین تردد کیا یا اسکو کھودا تو یقیناً خزانہ نکل آئے گا۔ جو دوسرے لوگ مفت مجھ سے چھین لین گے۔ مکان اُسنے اپنے قبضہ مین رہنے دیا۔ اور اپنی محبوبہ بیوی اور بچون کے ساتھ اسمین بسر کرتا تھا۔

گھی کے گھڑے کا مشہور قصہ اہل زمانہ کی نافہمی یا شوخ مزاجی سے شیخ کی طرف بہت ہی برے اور قابل نفرت نتیجہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ اس سچے قصے کے رموز اور غوامض پر اگر غور کیا جائے تو وہ ایک محنتی دنیاوار ایک اصولی تاجر۔ ایک متمدن دانشمند ایک بلند نظر اور مہربان افسر خاندان تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ضرورت وقت کے لحاظ سے اُس نے گھی کا گھڑا اُجرت پر پہونچا دینے مین جو آمادگی ظاہر کی اُس سے ثابت

خود داری سے اس امتحان کو پاس کیا ہے اور اس مسئلہ کو طے کر گیا ہے وہ دوسرے
کا حوصلہ نہ تھا۔ بیوی کی فرمائشین تو کیا دہیان مین لانے والا تھا۔ مگر
چڑچڑے پن اور زبان درازی سے البتہ بہت گھبراتا تھا۔ مگر ہمیشہ اسنے
ایک عزت مند شوہر کی طرح اُسکی بدمزاجیان برداشت کین۔ گو بیوی
اسکی پسند کی اور خلقتاً اُس سے موافق مزاج تھی مگر غربت اور تکلیف
اچھے اچھے صابرین اور غمخوار لوگون کا قدم ڈگا دیتی ہے۔ اسیوجہ
سے اُسکی محبوبہ بیوی اُسکے دق کرنے پر مجبور رہتی اور بچون کی چل پون
الگ جان کہائے جاتی تھی۔ گو شیخ خود بچون کے ساتھ اتنا زیادہ
مانوس نہ تھا کہ اُن کی سر شوریان سہے۔ مگر بیوی کی آزردگی اور دلگیری
کا خیال سب کچھ برداشت کرا رہا تھا۔ مگر با اینہمہ اُسنے نہ کبھی قرض لیا
نہ چوری کی۔ محنت مزدوری سے جب تک کام نکلا نکلا مگر جب اُس سے بھی
پورا نہ پڑا تو وہ بے تکلف کسی بنئے بقال کی دوکان پر چلا جاتا۔ اور جو کچھ
اناج پانی نقد جنس اُسکے ہاتھ لگتا اُٹھا لیتا۔ لالہ جی یون ہی بڑے بہادر
ہوتے ہین اسپر شیخ کی معمولی آزادی کی دھاک سے مجال نہ تھی کہ اسکو کوئی
روک سکے۔ بلکہ شیخ کی آمد دیکھکے وہ دست درازی یا دست اندازی
کی نوبت ہی نہ آنے دیتے۔ اور ہنسی خوشی خاطر مدارات کر دیجاتی۔ شیخ کی
نسبت ان افعال سے یہ گمان پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ سینہ زور اور مفت خورا آدمی تھا
مگر یہ گمان اُنھین لوگون کا ہوگا جو سطحی اور اوپری باتون کو دیکھتے ہین
ورنہ شیخ اصول سے باہر کبھی قدم نہین رکھتا تھا۔ اور درحقیقت غور سے
معلوم ہوگا کہ یہ فعل اسکا کچھ بھی برا اور قابل ملامت نہین ہے کیونکہ وہ اس
بات کا سچے دل سے قایل تھا کہ جو کچھ انسان کو ملتا ہے خدا ہی دیتا
ہے اسمین کسی کے باپ کا اجارہ نہین ہے دوسرے یہ کہ وہ تمدنی قاعدہ
سے سمجھا ہوا تھا کہ ہر انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے اور
ممکن نہین کہ دنیا مین اکیلا آدمی کچھ کر سکے۔ جب یہ کلیہ تسلیم کر لیا گیا تو ساتھ ہی
یہ بھی ماننا پڑیگا کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے کی مدد پر مجبور رہین۔

اور کچھ فرض نہین ہے کہ امداد کے لیئے ظاہری رضامندی یا معمولی ارادہ اور
قصد پیدا ہونے کے بعد ہی امداد بھی تسلیم ہو چکی تو ہر شخص کے مال و ملک مین
دوسرے شخص کا حصہ ضرور ہے پس کوئی وجہ نہین کہ مین بنئے بقال
سے اپنے حق اور حصہ کے حاصل کرنے مین اُنکی رضامندی اور اجازت کا
منتظر ہون یہی وجہ تھی کہ وہ قرضہ کے ناقابل برداشت بار اور اُس کے
نفرت انگیز نتائج سے ہمیشہ محفوظ رہا۔ اور نہ اُسکو ضرورت وقت
اور احتیاج نے چوری وغیرہ سنگین جرائم پر متوجہ اور مائل کیا۔ مگر اس امداد
غیر اختیاری یا خود مختاری کا سہارا کچھ ایسا مستحکم اور دوامی تو تھا نہین
کہ اسکو بہت عرصہ تک فارغ البال اور بیفکر رکھے۔ بلکہ ابنائے روزگار
کی تنگدلی اور کم ہمتی یا ممل بخل نے اُسکو ایسے قالبو اور دسترس
کے مواقع سے دوسرے طور پر محروم اور مایوس کر دیا۔ اور اس بدخلقی
اور بے مروتی سے وہ ایسا متاثر ہوا کہ گھر چھوڑنے پر آمادگی ہو گئی

ساتوان باب

السفر وسیلۃ الظفر

قصبہ جلبہ کی خلقت اور خاصۃً اہل تمول اور بنئے بقالون کی اذیتون اور
بے مروتیون نے شیخ کو جب بہت ہی دلگیر اور مجبور کر دیا تو اُس نے اپنی
بیوی سے مشورہ کرنا ذرا بیڈھی کھیر خیال کیا کہ مجکو کیا کرنا چاہیئے اور نیز وہ
خود ایک معلومات کا خزانہ تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ عورت ناقص العقل
ہوتی ہے اسلیئے اُس نے چپکے چپکے اپنے ارادے کی تکمیل کے اسباب پر
غور کرنا شروع کیا۔ اور جب تمام دقتون اور مشکلون کو اُسنے اپنی عالی ہمتی
سے مار کے ہٹا دیا تو دفعتہً وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور بغیر تعین اس امر کے کہ کہان
جاؤنگا آدھی رات کو گھر سے نکل گیا۔ چونکہ ہم شیخ کی سوانح عمری مین اُس کے
اُن دھبون کے مٹانے کا قصد کر چکے ہین جو اُسکے دامن ناموری پر
لگائے گئے ہین اور جہان تک امکان مین تھا ہم نے صحیح صحیح حالات

فراہم کرلئے ہین اور مدتون کی عرق ریزی اور محنت سے یہ واقعات جمع کرسکے ہین -
اس واقعہ کے تسلیم کرنے مین بالکل انکار ہے جو بڑھی عورتین بچون سے
بہلانے کے لیئے ایک کہانی مین اسکی نسبت بیان کیا کرتی ہین اور اسکا خلاصہ
یہ ہے کہ شیخ چلی جب جوان ہوا تو گھر مین عسرت تھی اُس کی بوڑھی مان نے
بیٹے کو کمانے کی ترغیب دی مگر وطن مین اُسکی لیاقت کا اندازہ کرنیوالا کون
تھا - اس لیئے وہ دلی جانے پر آمادہ ہوا - مان نے چار روٹیان توشۂ
سفر کے لیئے پکادین - وہ سویرے اُٹھ کے چلا - اور دوپہر کو ایک کنوین
پر پہونچا چارون روٹیون کو چارون کونون پر رکھ کے کہنے لگا - ایک
کو کھاؤن دو کو کھاؤن تین کو کھاؤن کیا چارون کو کھا لون قضا را
اُس کنوے مین چار پریان رہتی تھین وہ ڈرین کہ اللہ ایسا کون
زبردست ہی جو ہم کو کھانے آیا ہے - مگر شیخ کی بےساختہ تقریر سے سمجھ گئی
تھین کہ یہ کوئی نکھٹو ہی - ناچار پریون نے تجویز کی کہ اسکو کچھ رشوت دیکے
ٹال دینا چاہیئے چنانچہ اُنھون نے ایک بکری اُسکو دی جو سونے کی مینگنیان
گراتی تھی - شیخ اُسکو لے کے پلٹے تو سرا مین اُترے بھٹیاری نے بکری اور
مینگنیون کو دیکھا تو ششدر ہوگئی اور بےایمانی سے رات کو بکری بدل لی -
دوسری بکری شیخ کے گلے منڈھی - وہ خوش خوش گھر آئے مان سے
خوشخبری کہی کہ بکری ملی ہے اسکی سونے کی مینگنیان ہوتی ہین - مان نے
باندھا اور انتظار کیا تو بکری نے وہی معمولی مینگنیان ڈالین - شیخ حیران
ہوگئے اور چار روٹیان باندھکر چلے اور کنوے پر وہی عمل کیا - ابکی بار ایک
مرغی ملی جو سونے کا انڈا دیتی تھی - مگر سفاک بھٹیاری نے اُسے بھی اُڑا لیا
تیسری بار گئے تو ایک زنجیر ملی جسمین یہ تاثیر تھی کہ لپ لوت کے چوٹلے
پر چڑھا دیا اور جو نعمت مانگی پک کے تیار ہوگئی - بھٹیاری کو خدا سمجھے اُسے
بھی لے مری - ایک ٹھیکرا تیلی دے کے شیخ کو رخصت کیا - چوتھی بار جو شیخ
گئے تو پریون نے تاڑ لیا کہ اس بیچارہ سے کوئی وہ چیز چھین لیتا ہے تب
اُنھون نے ایک سونٹا اور ایک رسی حوالے کی کہ رسی حکم دیتے ہی مشکین باندھ لیتی اور

[illegible] کا - شیخ اگلی بار جو برامے مین آئے تو بھشیاری کو کوئی چیز
نظر نہ آئی [illegible] سونٹے پر اُسکی توجہ ہی بالکل نہ ہوئی - شیخ بھی چپکے بیٹھے
[illegible] لینے جی مین کہا لاؤ اسکا امتحان کرین اور فوراً رسی کو
[illegible] بھشیاری اور اُسکے گھر بھر کی مشکین کس لے - رسی نے فوراً تعمیل
کی تب تو شیخ نے کہا "چل سونٹے تیری باری" سونٹا اُٹھا اور گدا گد
پیٹنے لگا - دہائی ہی تہائی ہے - بھشیاری قدمون پر گر پڑی اور سب
چیزین بکری مرغی پتیلی - شیخ صاحب کے حوالے کر دین - اور وہ گھر
لے آئے - اس کہانی کی اصولی غلطیان تو ایک طرف سطحی باتین بھی اس
قابل نہین کہ ایسے فخر روزگار کی طرف نسبت دیجائے - مثلاً روٹیونکو
رکھ کے اُن کے کھانے کا سوال ایک لغو بات تھی وہ تو کھانے ہی کے لیئے
ہین پھر شیخ تحصیل حاصل مین کیون پڑتا اسکے بعد پریون کا ڈرنا اور رشوت
دینا بالکل جھوٹ ہی کیونکہ پریون کو انسان کھا ہی نہین سکتا - بلکہ دیو
پری انسان کا ناشتہ البتہ کیا کرتے ہین جبھی تو تاج الملوک ڈرا تھا
اور زیبنے بھی شکر کیا تھا کہ الحمد للہ مدت کے بعد حلوائے بے دودے
ملا ہی اور فرض کرو کہ پریون کو بمقتضائے بشریت[1] خوف ہوا تھا تو جب نکل کے
دیکھا کہ ایک مفلوک مفلس شیخ کو دیکھا ہوگا جس سے ڈر گیا کیونکہ وہ ایک
بیچارہ کیا بنا لیتا -

بکری سونے کی مینگنی نہین کرتی نہ مرغی سونے کا انڈا دیتی ہی - اور
بھلا دیگچی مین بغیر جنس ڈالے کیسے کھانا پک سکتا ہی - سونٹا اور رسی
بے جان چیزین ہین انہین ارادہ یا حکم کی تعمیل کیا - الغرض یہ سب
باتین ایسی ہین کہ ہمارے شیخ صاحب پر محض بہتان باندھا گیا -

شیخ گھر سے نکلا تو راستے کی صعوبت کا حال اور منزل اور مقام کی تفصیل
ہم اسلیئے نہین بتا سکتے کہ اُنھون نے کوئی سفر نامہ اپنا نہین چھوڑا اور ہو بھی تو قلمی
کتابون مین کسی خاص کتب خانہ مین پڑا ہوگا - زمانہ کی نارسائی

[1] مقتضائے بشریت کی داد دینی چاہیئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

ایسی بیش بہا چیزوں کو باہر آنے کا موقع ہی نہیں دیتی - ہمیں [illegible] پتا چلا یہ
ہے کہ شیخ صاحب مدتوں مارے مارے پھرتے رہے [illegible] کہیں [illegible]
نہ لگا - آخر اکبر آباد پہونچے شہنشاہ اکبر اعظم کا زمانہ تھا [illegible] کمال کی اتنی
قدر اس سے پہلے نہ اُس سے بعد کبھی ہوئی نہیں - ہر طرف [illegible]
روزگار اور ہر فن کے کامل چلے آتے تھے دربار میں داخل ہوئے اور
بارس ہو گئے - شیخ جس دن اکبر آباد میں پہونچا ہے دو پیسے اُس کے پاس
باقی تھے - بیچارہ سرا میں پہونچا اور اپنی معمولی دریادلی اور فیاضی سے
بھٹیاری سے کئی کھانوں کی فرمایش کر دی اور اُس دن سرا کے سب
مسافروں کو دعوت بھی دیدی کہ ہمارے ہی ساتھ ماحضر تناول فرمایئے -
بھٹیاری نے بنئے سے سودا لیا اور کھانا دانا پکا کے شیخ کو معہ دعوتیوں
کے کھلایا صبح کو شیخ جی سے دام جو مانگے یہاں کیا دھرا تھا - بھٹن
کو بال وہی دو پیسے پھینک دیئے - بھٹیاری حیران کہ معاملہ کیا ہے
جب ذرا بات کھلی تو میاں جامہ سے بھٹیاری کے کمترین شوہر بھی آ دھمکے
اُدھر سے بنیا بھی بہی لئے ہوئے دوڑا - اب آؤ تو جاؤ کہاں شیخ کے
حواس پیترا ہو ہی چلے تھے کہ دفعتاً ایک بزرگ شریف صورت مقطع متشرع
سرائے میں پہونچے اور چونکہ ادھر بڑا مجمع تھا اور غوغو پشتو ہو رہی تھی آپ
بھی اُسی طرف چلے آئے - یہ مولانا عبد القادر بدایونی تھے جنھوں نے
اکبر کی تاریخ بڑی دھوم کی لکھی ہے اور اکبر کو مذہباً کافر ملحد قرار دیا ہے جسکی
نسبت آجتک جمہور اہل علم و اہل دول میں مذاکرے جاری ہیں اور
قول فیصل ابتک نہ ہوا کہ فی الواقع اکبر کا مذہب کیا تھا - غرضکہ مولانا
کے آتے ہی سب چپ ہو گئے کیونکہ آپ ایک مشہور معروف آدمی اور دربار
اکبری میں بھی بہت بااثر تھے مگر مُلّا اور بالکل سادہ مزاج تھے اُن کو
اپنے اعزاز دنیا یا علوئے کمال اور تبحر علمی کا ذرا بھی غرہ یا گھمنڈ نہ تھا -
اور اس وقت تشریف لانے کی غایت یہ تھی کہ آپ کے وطن سے کوئی
بزرگوار آنے والے تھے - دن بہت ہو گئے تھے - انتظار سخت شاق تھا

آج خود بھی سرامین بہ نفس نفیس اُنکو ڈھونڈھنے چلے آے۔ وہ تو ہنوز راہ ہی مین ہون گے کہ یہان اس ہنگامہ مین شیخ صاحب اُنکو نظر پڑے آدمی مردم شناس تھے وضع قطع نے بھی کچھ بتا دیا اور تاڑ گئے کہ یہ شخص تو ہمارے جوار کا معلوم ہوتا ہے۔ دریافت کرنے سے رہا۔ اشک بھی جاتا رہا اور قصبہ جلیر کا نام سنکے مولانا نے شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بھٹیاری کی اُجرت اور رہنے کے دام خدمتگار سے دلا دیے اور مکان پر لے آے اور شیخ نے اپنے حالات سفر اور تجربات کا عظیم دفتر مولانا کے سامنے کھولدیا مولانا کو شیخ کی ہمدردی کا خیال فطرتاً ہونا چاہیئے تھا۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ آجکل بعض دربار رس لوگون سے اَن بن ہو گئی تھی۔ کیونکہ اکبری[1] دربار مین مذہب کے متعلق اختراعات اور بدعات ہو رہے تھے۔ مولانا اُس سے بہت ہی بیزار تھے اور بہتیرون پر کفر کے فتوے جڑ دیے تھے اس لیئے چند روز سے آپ کا دربار بند تھا۔ سوچتے سوچتے خیال آگیا کہ ملا دو پیازہ سے مجھے اختلاف نہین ہے اور وہ خود بھی ان بدعتون سے متنفر ہین۔ مگر ضرورتاً وقت سے ظاہر نہین کرتے۔ لاؤ اُن سے شیخ کی تقریب کرا دین۔ چنانچہ مولانا نے ملا صاحب کی خدمت مین ایک اشتیاقیہ رقعہ دیکے اپنے خدمتگار کو بھیجا۔ وہ اُسی وقت دربار سے آے تھے اور کمر کھول رہے تھے۔ اور آج معمول سے زائد خوش بھی تھے کیونکہ بیربل کو اکبر کے سامنے کئی لطیفون مین زک دی تھی اور خاطر خواہ انعام ملا تھا اور نیز مولانا کے علم و فضل کے معتقد بھی تھے۔ زبانی کہلا بھیجا کہ آج آدھی رات کو خفیہ طور سے مین آپ سے ملون گا۔

اس وعدے کی تکمیل یون ہوئی کہ ملا نے ایک بیراگی کا روپ بھرا اور چمٹا کھٹکاتے ہوے مولانا کے دروازے پر پہونچے پہلے تو خدمتگار نے روکا۔ مگر جب ملا صاحب نے اپنی انگوٹھی مولانا کے پاس بھیجدی تو بلا لیے گئے۔ اور بعد معمولی مزاج پرسی جناب شیخ صاحب کا تعارف کرایا گیا

[1] ہماری تقریر پر کسی کو اعتراض کا حق نہین ہے۔ مؤلف۔

مولانا نے ملا صاحب سے مسکرا کے یہ بھی کہدیا کہ آپ کے ملحد بادشاہ کے دربار مین نورتن مین ایک آدمی کی جگہ آجکل خالی ہے۔ ہمارے شیخ صاحب اس کمی کو پورا کر دین گے ملا صاحب نے شیخ کے ناصیۂ حال اور مجمل قیل وقال سے اندازہ کر لیا کہ ایسا باخبر اور ضروری شخص بیشک دربار ہی کے قابل ہے اُسی وقت ساتھ لے کے مکان پر آئے اور دوسرے دن جب دربار مین جانے لگے تو شیخ صاحب سے کہہ گئے کہ مین چوبدار بھجوا دون گا تم دربار مین چلے آنا۔ اور دربار کے ادب آداب بھی بتا دیئے جس کی ضرورت ہماری رائے مین ایسے ذہین شخص کے لیئے بالکل نہ تھی۔

خلاصہ یہ کہ آج ملا صاحب نے جب اکبر کو کئی گرما گرم لطیفون مین اپنے ڈھب پر لگا یا تو شیخ صاحب کی تقریب کی۔ اور کچھ اس برجستگی اور شوخی سے اُس کو ادا کیا کہ اکبر بھڑک گیا اور فوراً حاضری کا حکم دیا شیخ صاحب باین ہیئت کذائی دربار مین پہونچے کہ لوٹا ڈورکا ندھے پر تھا اور ستر پھی سے کمر کسے ہوے تھے۔ سر پر ملا صاحب کا پرانا رفیدہ ڈھانک لیا تھا جو مقدار علم سے ذرا بھی زائد نہ تھا۔ اکبر نے ایسے باخبر شخص کو ہاتھون ہاتھ لیا۔ وجہ یہ تھی کہ جس شخص کی سادگی اور بے تکلفی کا یہ عالم ہو کہ ہر وقت سفر پر تیار رہے اُس سے عجیب وغریب کام بن پڑنے کی توقع ہرگز غلط نہین ہے چنانچہ اُسی وقت شیخ صاحب کا سیاہہ ہو گیا اور نورتن مین داخل ہو گئے۔

آٹھوان باب

کمال باعث واقبال

شیخ چلی دربار مین اپنے جوہر قابلیت لطافت مزاج حسن سلیقہ۔ حذاقت ذہن۔ قوت اختراع سے ہر دلعزیز ہو رہا ہے۔ علامۂ ابوالفیاض فیضی اور علامۂ ابوالفضل نے زعموم دہام سے الگ الگ اُس کی دعوتین کین مگر باین ہمہ وہ اپنی بے روک طبیعت اور خالص آزادی سے

اُن کی غلطیون سے بھرے دربار مین کبھی چشم پوشی نہین کرتا اور بیدھڑک اعتراض
جڑ دیتا ہے۔ فیضی نے تفسیر سواطع الالہام جب اکبر کے سامنے پیش کی ہے
سارا دربار دنگ ہو کے رہگیا اور بڑے بڑے کملا و فضلا کے منھ پر ہوائیان چھوٹنے
لگین۔ اکبر گو خود بے علم تھا۔ مگر علم شناس اور قدردان اُس کے برابر
ہوا ہی نہین اس کو بھی حیرت تھی کہ تیس جزو کی عربی تفسیر القرآن لکھی
جائے اور ایک حرف نقطہ دار نہ آنے پائے نہ عربیت اور محاورہ عرب
کے خلاف عبارت ہو واقعی اس سے زائد کمال قریب محال ہے۔ مگر
یکتائے عصر شیخ نے سردربار وہ جید اعتراض قائم کیا کہ فیضی بھی منھ دیکھے
رہگیا۔ آپ نے فرمایا کہ فیضی کے نام مین ایک حرف بھی بے نقطہ نہین پھر پس
جبتک تمھارا نام بھی بے نقطہ نہ آجائے کتاب کوڑی کی نہین۔ اور
یہ محال ہی اس لطیفہ پر دربار پھڑک اُٹھا اور شیخ صاحب نے معرکہ مار لیا
اس قسم کی گلفشانیان شیخ صاحب کی روز ہوا کرتی تھین اور اُن کی
خاطر مدارات بھی برابر جاری تھی۔ مگر کوئی خاص کارنمایان نہوا تھا جس سے
اعلےٰ ترقی کا موقع ملتا۔ دفعتاً ہیمو بقال کا واقعہ پیش آیا۔ اور اُسنے
علم بغاوت بلند کیا اکبر کی خلقی اولوالعزمی ایسی خفیف بغاوت کو خیال مین
بھی نہ لاتی مگر شیخ جلی نے کمال ہی کیا کہ بادشاہ کو فوراً ہی توجہ کی ضرورت
پڑی۔ واقعہ یہ ہی کہ ہیمو کی سرکشی کی خبرین جب حد تواتر کو پہونچ گئین اور
نہ اُسکی سرکوبی کی ہنوز کوئی تیاری بادشاہ کی طرف سے ہوئی تھی کہ
ملا صاحب کی زبانی یہ تمام واقعہ شیخ صاحب کو معلوم ہوا۔ ان کو
انتہا سے زیادہ تپا آیا اور بیچ و تاب کھاکے دربار مین پہونچے۔ اکبر ابھی
حرم کے ہی مین تھا کہ آپ نے حاضری کی اجازت چاہی مگر موقع نہ ملا اور
بھی بگڑے اور خون پی کے رہ گئے۔ جب بادشاہ برآمد ہوے شیخ نے
عرض کیا کہ اتنے بڑے بادشاہ سے ایک بقال کا یون بگڑ بیٹھنا بالکل بیجا
ہے ہمارے جیل مین جتنے بنئے بقال تھے ہم سب کو دبائے رکھتے تھے۔ کوئی
چون تک نہین کرتا تھا۔ آپکا اُسنے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ ہم ایسے بادشاہ

کی نوکری نہین کرتے - سلام علیک - خدا حافظ - بادشاہ نے جواب بھی
نہ دیا تھا کہ دربار سے چلے آئے - اور سیدھے ہیمو کے پاس پہونچے وہ بنیا
اور کیسا بنیا کہ کچے گھڑے کی چڑھی تھی انکا آنا غنیمت سمجھا کہ دربار کے
آدمی ہمارے پاس ٹوٹ کے آنے لگے - مگر شیخ نے نہ اپنا کوئی ارادہ ظاہر
کیا نہ کوئی درخواست بیان کی - چپ چاپ وہان ٹھہر گئے - تیسرے دن ہیمو
دتون کر رہا تھا اور شیخ صاحب سامنے کھڑے تھے اُسنے تھوکا تو ایک
چھینٹ اُنپر پڑ گئی - بس اللہ دے اور بندہ لے چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور
دانت سے ناک اُتار لی - پرچہ نویس تو لگے ہی ہوے تھے فوراً اکبر کو خبر
ملی اُدھر شیخ جی بھاگے اور سیدھے چلہ کا رخ کیا - مگر بادشاہ نے سانڈنی
سوار دوڑا دیئے کہ جہان ملین پکڑ لاؤ اور ایسا ہی ہوا کہ جنگل مین پکڑے گئے
اور پیل محل کے دربار مین حاضر کیے گئے - اکبر نے اُنکی بڑی عزت کی اور اس
کارگزاری کی قدر فرمائی منصب اور تنخواہ مین اضافہ ہوا - گو شیخ صاحب
اپنے بیوی بچون کو یاد بہت کرتے تھے - مگر خرچ نہین بھیجتے تھے - اور اُس
زمانہ مین یہ بات مشکل بھی تھی - مگر ملا صاحب اُن کی تنخواہ اور انعام لے لیا
کرتے اور بغیر اُن کی اطلاع کے خفیہ طور پر اُن کے گھر پر ہزارہا روپیہ بھیجتے
رہتے وہان پر الہداد کا سیانا ہو گیا تھا اور خداداد دولت نے ہر طرح کا
حوصلہ پیدا کر دیا تھا - چنانچہ اُسنے بڑا عالیشان مکان بنوایا اور
ہر طرح کی آسایش و آرایش کے سامان مہیا کر لیئے -

اُدھر شیخ صاحب تجرد کی وجہ سے زیادہ گھبرا گئے - احتیاط کا اقتضا ہی
سمجھنا چاہیے کہ کوئی جدید تعلق نہین پیدا کیا - مگر ملا صاحب انکو صلاح دیا
کرتے تھے نکاح کر لو - آخر جب بہت تنگ ہوے دربار سے رخصت چاہی
مگر نامنظور ہوئی - ناچار ایک رات چھپ کے چلدیئے - جو کچھ روپیہ اشرفی

[1] اس واقعہ کو تاریخ سے مطابقت نہین دینی چاہیئے تاریخ مین ایسی فروگذاشتین ہزارہا دن
ہوتی ہین خاص تحقیقات اور معلومات کی باتین ہین جنکے لیے ابہام ایک کر دیا گیا ہے ۱۲ مؤلف

بچا کچھا پاس تھا گرہ مین باندھا اور سیدھے چل کر پہونچ گئے ؏
طبیعت کچھ مغموم ہوئی جدھر آنکھ اٹھائی

نواں باب

بے اعتباری اور موت

محلہ مین پہونچ کے مکان ڈھونڈھتے ہین تو پتہ ہی نہین لوگون سے پوچھا تو ایک عالیشان محل بتایا گیا۔ یقین کس کو کہ یہ ہمارا جھونپڑا اگرکے محل ہوگیا دروازہ پر ٹھہر گئے اور لوگون پر خفا ہونے لگے کہ ہم سے دل لگی کرتے ہین اندر سے بیٹا نکل آیا اور سعادتمندی کے ساتھ قدمبوس ہوا مگر شیخ صاحب نے غصہ مین مکان پوچھا اُسنے بیان کیا کہ آپ نے جو روپیہ بھیجا اُس کا مکان تیار ہوا۔ یہ سب آپ ہی کا ہے والدہ صاحبہ نے چند روز ہوئے انتقال کیا اسکا صدمہ ایسا ہوا کہ شیخ کے حواس جاتے رہے۔ مکان کی تبدیل ہیئت کا اعتبار ہی نہ تھا کیونکہ خود تو روپیہ بھیجا نہ تھا اُسپر بیوی کا واقعہ سُن لیا۔ چپ سُن ہو کے رہگئے اور بیٹے سے الگ ہٹ کھڑے ہوئے اُسنے ہر چند سمجھایا محلہ والون نے لاکھ سر مارا مگر ایک نہ مانی اور بستی سے باہر ایک جھونپڑی اپنے اُسی روپیہ سے بنوائی جو ساتھ تھا۔ اور پاؤن توڑ کے بیٹھ رہے سن بھی اب زیادہ ہوگیا تھا اور دنیا کی بے اعتباریون سے گھبرا گئے تھے سب سے کنارہ ہی مناسب معلوم ہوا۔ بیوی کی وفات سے اور بھی دل سرد ہوگیا تھا اور ایسی ہمخیال اور غمخوار بیوی ملتی کہان ہے غرضکہ یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے ایسا بے نظیر شخص دنیا کو فائدہ پہونچانے سے ہاتھ کھینچ کے بیٹھ گیا۔

سات برس تک مسلسل اُسی جگہ گزار دیے اور ۹۔ رجب سنہ ۱۰۱۲ھ کو اسٹھ برس کی عمر مین وفات پائی۔ اور حسب وصیت اُسی جھونپڑی مین دفن کیے گئے۔ بزرگوار زیرک ؏ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

پیدا ہو وہ کہتا تھا کہ مرنے کے بعد خاک ہو گئے چلو چھٹی ملی۔ مگر یہ خیال اُس کا
اُس وقت سے ہوا تھا جبکہ اُسنے کئی آدمی مرتے اور قبر مین رکھے جلتے دیکھے
تھے ورنہ پہلے وہ صرف اس لیئے کہ مین نہین مرا ہون مرنے ہی کا قائل نہ تھا
تو آواگون کیا۔ اسکا خیال تھا کہ بتون کے سامنے پوجا کرنے مین بڑی مشکل یہ ہی کہ وہ
کسی بات کا جواب نہین دیتے۔ البتہ آفتاب کی پرستش پر اُسکا دھیان
تھا وہ اس لیئے تھا کہ جب اسکو پوجتے ہین تب ہی تو جاڑون مین دھوپ
کھانے کا موقع ملتا ہے اور سردی سے وہ ہم کو بچاتا ہے ورنہ خفا ہو جائے
اور نہ نکلے تو مارے جاڑے کے اکڑ جائین۔ ندیون کی پوجا کو بھی وہ اچھا
جانتا تھا کہ ان کا پانی گرمیون مین بہت شفاف اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ برگد کے
درخت کے پوجنے سے وہ متفق نہ تھا اُسکا خیال تھا کہ اس کے پھل صرف
چڑیون کے کام آتے ہین وہی پوجا کرین آدمیون کو اس سے کچھ فائدہ نہین
گئو ماتا کا وہ بہت ادب کرتا تھا کہ سیرون دودھ دیتی ہے۔ گھی بالکل
چکنے مین آتا ہے۔ دہی مین گڑ ملا کے کھانے کا مزہ کچھ نہ پوچھو اسوجہ سے ایسی
عمدہ چیز کو ضائع کرنا حماقت ہی۔ وہ تو بکریون کے ساتھ بھی ہمدردی کرتا
مگر اُسکا گوشت پوست اُنھین سے بنا تھا اس لیئے کچھ زیادہ خیال نہ کیا
علاوہ اُس کے دودھ دہی اُن مین اس افراط سے کہان جو گائے دیتی ہی الغرض
اُسکا مذہب کچھ عجیب سمویا ہوا تھا۔ اور حق یہ ہی کہ اُسے ہر طرح کے اجتہاد
کی قدرت حاصل تھی وہ جو مذہب اختیار کرتا یا خود موجد بنتا اسکے لیئے حق بجانب
تھا۔ مگر اُس نے عمداً ان جھگڑون مین پڑنا پسند نہ کیا اور ایک لوگو حالت
مین بسر کر دی۔ ورنہ آج شیخ چلی کا مذہب بھی بہتر مین ایک نمبر لیئے ہوتا
اُس کو درحقیقت ایسی پڑی ہی کیا تھی کہ اس دردسری کو مول لیتا وہ بجائے
خود یہ تسلیم کر چکا تھا کہ انسان کو جہان تک ممکن ہو آزادی اور سادگی سے بسر
کرنا چاہیئے۔ اور جس ڈھب سے کام چلے چلا لیا جائے۔ زیادہ غور کرنے سے
دماغ الگ تھکتا ہے۔ طبیعت جدا پست ہو جاتی ہی۔ پھر نتیجہ معلوم کہ
کچھ نہین۔ اور اس استغنا کی خاص وجہ یہ تھی کہ اُس کی ذہنی

نوت کےعبادی دوسرون کے انتہائی معقولات کے مبادی تھے پس وہ جانتا تھا کہ میرے سرسری استدلالات ذہنی کے نتائج کا تو کوئی متحمل ہو ہی نہین سکتا دقیق باتون کو کیسے سمجھا دُون۔ اسی وجہ سے اُس نے اپنے دماغ کو اُس حد تک استعمال ہی نہین کیا جس کی دوسرون کو ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس مین وہ بجا بھی تھا۔

گیارھوان باب

طرز معاشرت اور بعض ذاتی خصائل

چونکہ شیخ نے ابتدائے عمر سے سادگی کے ساتھ زندگی بسر کی اس لئے دربار اکبری مین پہونچنے تک تو بغیر کہے ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ اُسکو تکلیفات کی پرواہی نہ تھی اور وہ اس قدر صاف اور بیساختہ پن کے ساتھ رہتا تھا کہ دوسرے بن نہ پڑے چنانچہ اُس کے حالات خود شاہد ہین کہ اُس نے کبھی نمایش اور تکلف کو پاس نہین آنے دیا وہ غذا مین تو اسقدر بے پروا تھا کہ کئی مرتبہ اشتہائے صحیح مین اُس نے اپنی محبوبہ بیوی کو روٹی پکانے کی بھی تکلیف نہ دی۔ اور دال۔ چاول آٹا۔ جو کچھ موجود تھا یون ہی استعمال کرلیا۔ اُس کو یقیناً معلوم تھا کہ غذا کی غایت پیٹ بھرنا یا بھوک کی تکلیف سے نجات پانا ہے۔ جو بغیر پکائے بھی ممکن ہے پھر ضرورت کیا کہ ایک وقت طلب امر کے لئے بیوی کو الگ تکلیف ہو اور خود جدا انتظار کی زحمت اُٹھائے۔ بھوک مین مٹی کا نوالہ سونے کا ہوتا ہے۔ بس اسی پر اس کا عمل تھا اور بڑی ہمت سے وہ اسپر نباہ بھی کرلیا کرتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ بیماری کے اسباب اور مرض کے موجبات غذا بد پرہیزی بیاخفا رہی۔ علتین ہرگز نہین وہ کہتا تھا کہ جس پیٹ مین یکی روٹی ہضم ہو جاتی ہے کچا آٹا کیون نہ ہضم ہو ہمیشہ نہ ہی کھایا کرتے ہین آج کیا وجہ کہ دہی سے زکام [illegible] اگر دہی مضر ہوتا کبھی ہو کبھی نہو یہ عقل کی بات نہین ہے یا بیماری مین تھی کہ کھایا جائے دودھ کی ممانعت ہو

شیرینی سے پرہیز کرو۔ یہ سب واہیات باتین ہین۔ بیماری مین ضعف ہوتا ہے
اور گھی طاقت لانے والی چیز ہے۔ پس ضرور عین بیماری مین کھانا چاہیئے تاکہ
ضعف نہ آنے پائے۔ اسی طرح دودھ اور شیرینی تو بخار مین کھانا فرض ہے
کیونکہ منھ کا مزہ کڑوا ہو جاتا ہے اُس کے بدلنے کے لیئے میٹھی چیز سے زیادہ کوئی
ضروری بات ہی نہین۔ وہ لرزہ اور بخار کی علت صاف طور اس طرح بیان
کردیا تھا کہ جاہل اور گنوار تک سمجھ جاتے تھے۔ یعنی جب دھوپ مین بہت دیر تک
رہوگے ضرور بدن گرم ہو جائیگا۔ یہی بخار ہے اور جاڑا اس لیئے آتا ہے کہ برسوں
سے خصوص سردی کے دنون مین جو پانی پیا جاتا ہے وہ جمع ہوتے ہوتے اور پیٹ
کی کوٹھری مین جہان مطلق گرمی یا آگ نہین پہونچ سکتی ٹھنڈا رہتے رہتے
بدن مین کپکپی پیدا کردیتا ہے۔ یہی لرزہ ہے اسی پر دلیل یہ لاتا تھا کہ دیکھو
جاڑون مین جب سرد پانی پیو تو بدن کانپنے لگتا ہے پھر پیٹ مین اتنا
بہت سا پانی جمع رہے اور لرزہ نہ آئے اسکے کیا معنی۔

دست آنے کے متعلق بھی اُس کا یہ اعتقاد تھا کہ کسی دن پانی زیادہ پی لیا
گیا بس پیٹ کے اندر فضلہ گھل گیا اور پتلا ہوکے نکلا۔

پیٹ مین درد اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آنتین تو بڑی ہوشیار ہین۔ جب
کھانا اُنمین پہونچتا ہے تو اتفاق سے ایک آدھ کو نہین ملتا ہے بس وہ دوسری
آنتون سے لپٹتی اور چھینتی ہے۔ اب یہ سب پیٹ کے اندر دوڑی دوڑی پھرتی ہین
اُن کے چلنے اور دوڑنے سے پیٹ مین ان کے پاؤن زور زور سے پڑتے
ہین۔ اور دکھنے لگتا ہے۔

دربار اکبری مین جب وہ پہونچا ہے تو وہان کے امرا اور خواجہ تاشون نے
اُس کی پرتکلف دعوتین کین مگر وہ ہمیشہ شاکی اور متنفر رہا جسکی وجہ یہ تھی
کہ کھانے تو اسقدر لذیذ مگر کثرت اتنی کہ ایک ایک لقمہ بھی لیا اور پیٹ
بھر گیا۔ پس منھ مین ایک لقمہ کا مزہ کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ جب تک
ہر چیز کو بہت سی نہ کھایا جائے تو ناک بھی ذائقہ نہین ملتا۔ ایسے کھانون
سے بجز اس کے کہ غصہ آئے کہ ہائے کچھ نہ کھایا کوئی حاصل نہین

ہے۔ اسوجہ سے اُس نے چند روز کے بعد دعوتوں میں جانا چھوڑ دیا
اور ملا دو پیازہ کے گھر پر چونکہ رہتا تھا اُن کے کھانوں سے بھی
ہچکچاتا رہتا اور ذرا اُن کی آنکھ بچی کہ بازار سے سیر آدھ سیر چنے
بھنوا منگائے یا دس پانچ سیر پیسہ میں دو تین سیر گاجریں کبھی چنے کے ستو
لیئے اور پیٹ بھر کھا کے آسودہ ہو لیا۔

جب ملا صاحب کے یہاں رہنے سے زیادہ تکلیف ہونے لگی اور اپنی پسند
اور آزادی کے ساتھ کھانے کا موقع کم ملنے لگا تو شیخ الگ مکان میں اُٹھ گیا مگر
باورچی خانہ کا انتظام نہ کیا۔ اور کھوڑا کمیل فرخ آبادی بازار سے کچھ لیا
کھا پی کے ٹھکانے لگا دیا۔

لباس میں ہمیشہ سادگی کا لحاظ رکھا۔ یورپ کے اصول اسکو اُس وقت معلوم
تھے جنپر آج عمل ہو رہا ہے۔ یعنی وہ موٹے کپڑے کو بہت پسند کرتا تھا اور اُس
زمانہ میں ملکی صنعت کے گاڑھے دھوتر اسکی مرغوب ترین چیزیں تھیں
دوسوتی کی مرزائی یا نیچی جامہ وہ اکثر پہنتا۔ گرمیاں جاڑے برسات
ہر موسم میں اصول صحت کے قاعدہ سے اُسکا لباس خالی نہ تھا
یعنی جاڑوں میں مسامات بند ہونے کا اُسکو کامل یقین تھا اس لیئے سفلتاً باریک
کپڑا استعمال کرتا جسکی کھلی دلیل یہ تھی کہ ایک تو مسامات بند اُسپر اگر گرم لباس
پہنا جائے تو یقیناً دوران خون میں فرق واقع ہوگا اس لیئے ہلکا اور باریک
لباس پہننا چاہیئے اسی طرح گرمیوں میں گرم اور موٹا لباس اختیار کرتا۔

درباری لباس میں اُسکو ہمیشہ اُلجھن اور بیچینی رہی۔ بڑے بڑے گھیردار
جامے اور کمر میں پانچ سیر کا پٹکا سر پر گران بار رفیدہ شلوار کی قطع نرالی
یہ تکلفات اُسکو بہت ناگوار تھے۔ وہ بے قید رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ اور اسیوجہ
سے وہ کبھی کبھی دربار میں بالکل تحت اللفظ ایک جانگھیا یا مرزائی پہنے چلا جاتا
اُسکو الناس باللباس کے مشہور مقولہ سے کبھی اتفاق نہ تھا۔ وہ ذاتی خوبیوں کے
سامنے صفات اضافی کو کچھ چیز ہی نہ سمجھتا۔ اُس کا قول تھا کہ گدھا
جل اطلس سے گھوڑا ہو جائے تو ہو جائے۔ مگر انسان لباس فاخرہ سے

گھوڑا ہو نہین سکتا۔ نہ برہنہ رہنے سے وہ گلے بیل ہو جائے گا۔ انسانی خوبیان
تمام لباس اور آرائش سے افضل ہین اور کامل آدمی کبھی اُس کا مقید ہو ہی نہین
سکتا۔ ستر عورت کے متعلق اُسکا انوکھا خیال آب زر سے لکھنے کے قابل
ہے۔ یعنی جب تمام اعضا ایک ہی جسم مین ایک ہی انسان کی ملکیت ہین
تو کوئی وجہ نہین کہ ہر عضو کے کھولنے یا چھپانے پر تو آدمی آزاد ہو۔ اور ایک
خاص چیز کو ہمیشہ بند اور ڈھکا رہنے پر مجبور رہے کیا اُسپر ہمکو حق ملکیت حاصل
نہین ہے۔ کیا ہم اُس کے مطیع ہین کہ ہمیشہ ڈھانپے رہین۔ اصول صحت کے
اعتبار سے بھی وہ اسپر بحث کرتا تھا کہ اعضا کو ہوا پہونچنے سے تازگی اور
تندرستی رہتی ہے پھر کیون سب کے ساتھ یکسان برتاؤ نہ کیا جلئے۔
اس حکیمانہ خیال سے وہ کبھی کبھی مخلی بالطبع ہو کے بالکل برہنہ ہو جاتا یا جسم
اسفل کو کھلا رکھتا اور اعلی کو ڈھانپ لیتا۔

اخلاق کے اعتبار سے وہ ایک سرایا تہذیب بلکہ شرح تہذیب تھا اُسنے
بارہا لوگون سے محض اخلاقاً ایسے وعدے کر لیے جنکے پورے کرنیکا اُسے خیال بھی
نہ آیا۔ وہ کسی کی دلشکنی گناہ کبیرہ سمجھتا تھا اکثر اُس نے دروغ مصلحت آمیز
برازراستی فتنہ انگیز کے بھروسے پر سازشی گواہی دی اور کسی مجرم کو بچا لیا
دعوتین تو اکثر دیا کرتا اور مہمانون کی خاطر مدارات یا کھانا موجود ہونے کی
صورت مین وہ کسی پڑوسی کے مال پر تصرف کرنا نہ صرف ضروری سمجھتا تھا بلکہ
واجب خیال کرتا تھا۔

لڑکون کے ڈھیلون کا اُسنے کبھی خیال ہی نہ کیا اور تحمل کیسا تھ اُنکی
اذیت گوارا کر لیا کرتا۔ مگر محض اس خیال ہمدردی سے کہ لڑکے زیادہ شوخ
نہ ہو جائین اور ایسی ہی کوئی حرکت اپنے والدین سے نہ کر بیٹھین۔ راہ چلتے
کسی لڑکے کو پکڑ کے وہ قرار واقعی گوشمالی کر دیا کرتا۔ سکی انسانی ہمدردی
قابل تعریف ہے۔

وہ زاہد خشک تو خدا نخواستہ کیون ہونے لگا بلکہ ایک بذلہ سنج خوش
مزاج آدمی تھا ظرافت اور مزاح مین کبھی نہ چوکتا۔ ایک بار اُس نے اپنے مہمانونکو

جمال گوسٹے دیدیے کا اس سے زیادہ تفریح کا شغلہ ہی نہ تھا یلاد و پیازہ کے طہارت کے لوٹے مین مرچین گھول دین۔ ملا صاحب کا خفا ہونا اور اُسکا مارے ہنسی کے لوٹنا عجب سمان تھا۔ ایک بڑھیا اکبر آباد مین رستے سے جا رہی تھی آپ نے اُس کے قریب جا کے باد مخالف صادر کر دی اور بڑے ھیلسے کہا "لے دے میرا نام"۔

حاضر جوابی مین اسکا کوئی مقابل ہی نہ تھا۔ شیخ اور میخ کے قافیہ کا مشہور لطیفہ اُسی کی طبیعت خداداد کا نتیجہ ہے جس سے جاٹ بیچارہ کولھو کا نام سنکر حیران رہگیا۔ ایک شیعی عالم سے اکبر نے اُسکا مناظرہ کرا دیا اور انصافاً بازی شیخ کے ہاتھ رہی۔ عالم نے کہا ہاتھ باندھ کے نماز پڑھنا درست نہین ہے۔ مشرکین مکہ آستینون مین بت رکھ کے نماز مین شریک ہوتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے ممانعت فرمائی کہ ہاتھ باندھ کے نماز پڑھی جائے اسکا جواب شیخ نے یہ دیا کہ ہان دفعی حکم ہوا تھا مگر جن کی آستینون سے بت نکلے اُنکو تو ہاتھ کھول کے نماز پڑھنے کا ارشاد ہوا اور جنکے پاس نہین نکلے وہ ہاتھ باندھ کے پڑھتے رہے۔

اُسکا حافظہ معمول سے زائد قوی تھا۔ اکبر آباد مین جب وہ آیا تو پہلے پہل ہاتھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اُسکو اُسنے اپنی کتاب یادداشت مین ٹانک لیا "ہاتھی" چند روز کے بعد فصلی میوہ امرود بازار مین دیکھا اسکا نام بھی پوچھ کے لکھ لیا "امرود" زمانہ گذر گیا اور یہ دونون لفظ اسکے پاس لکھے ہے جب وہ دربار سے خفا ہو کے چلا آیا اور جھونپڑے مین رہنے لگا۔ ایک دن ایک ہاتھی چر کنارے کے اُدھر سے نکلا گاؤن کے لوگون نے ایسی عجیب چیز دیکھ کے بڑی حیرت کی اور سمجھ مین نہ آتا تھا کہ یہ ہے کیا۔ شیخ جلی کو خبر ہوئی اور ہاتھی دیکھ کے فوراً حافظہ نے یاد دلایا کہ مین نے اسکو دیکھا ہے اور لکھ بھی لیا ہے جلدی جلدی یادداشت نکالی اور لوگون سے کہنے لگا مین سمجھ گیا تم گھبراؤ نہین یا تو ہاتھی ہے ورنہ امرود ضرور ہی ہے۔ یہ کہہ کے شیخ رو پڑا کہ ہمارے بعد یہ باتین کون بتائیگا۔

شیخ کی شجاعت کا رتبہ یہان تک پہونچ گیا تھا جسکی نظیر تو ہیمو کے واقعہ سے
مل سکتی ہے۔ اسکی پر قوت طبیعت مین خوف و ہراس پیدا ہی نہ ہوسکتے تھے نہ
اُسنے کبھی جبن لیے کام لیا مستقل مزاجی شجاعت کا ایک جوہر خاص ہے
وہ شیخ کو پوری پوری حاصل تھی جسکی وجہ سے اُسکے کسی کام مین ہلا پتی
اور بے ترتیبی ہونے ہی نہ پاتی تھی۔ گھبرانا یا پریشان ہونا تو اُسنے سیکھا ہی نہ
تھا مگر تمام عمر مین ایک بار وہ اس درجہ بوکھلا گیا اور اتنا بدحواس ہوا کہ گویا وہ
مجنون ہوجائیگا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ جب گھر سے نکل کے سفر کر رہا تھا ایک دن ایک
قصبہ مین پہونچا۔ وہان ایک مبتذل سرا تھی جسمین وہ فروکش ہوا۔ کوٹھریان
تنگ سائبان ندارد۔ صحن چھوٹا اور غلیظ لید اور گوبر کے انبار لگے ہوئے کوڑا
کچڑا ڈھیر دن پڑا ہوا۔ اور برسات کا موسم نیم کے پھل تمام سڑے ہوئے صحن
مین پھیلے تھے۔ کیچڑ کی انتہا نہین۔ ایسی خراب جگہ مین اسطرح کا میرزا منش
اور نازک مزاج آدمی ایک گھڑی نہین ٹھہر سکتا۔ مگر مجبوری لاچاری سب کچھ
کراتی ہے۔ شیخ بیچارہ ایک کوٹھری مین ٹھہرا۔ اُمس اور گرمی کا تو اُسنے کچھ خیال
نہ کیا نہ اسکی اصلی صحت اور طبعی قوت ان خارجی امور کو مانتی تھی۔ مگر رات
کو مچھڑون نے شیخ کی گرمی صحبت کو اپنا افتخار سمجھا۔ اور چارون طرف سے
دل کے دل ٹوٹ پڑے۔ شیخ نے پہلے تو ہاتھون سے کام لیا اور بعض دفعہ
کان کے پاس مچھڑ نے جب نفیری بجائی اور باضابطہ نوٹس دی کہ مین آپہونچا
غصہ مین ایسا لپڑ چلایا کہ اپنی ہی کنپٹی جھنا گئی۔ جب مچھڑون نے زیادہ زغہ
اور دست درازی کی تو بہادر شیخ نے جھپٹ کے تلوار گھسیٹ لی اور برزن
بولدیا مچھڑون کے کشتون کے پشتے لگا دیئے۔ لاش پر لاش گرتی تھی سارا
پلنگ تمام کوٹھری لہولہان ہوگئی اور یہ بہادر شیر دل برابر دودستی پھینک
رہا ہی مچھڑ نے چین کی اور شب سے رسید کردی۔ کان کے پاس بولا اور پیترا
بدل کے تماچے کا ہاتھ مارا مگر مچھڑ بھی بلاے بے درمان تھے۔ ایک ہون دو ہون
سو ہون ہزار ہون تو کوئی مارے یہ تو لاکھون تھے اور تابڑ توڑ مدد آرہی
تھی۔ فوجون پر فوجین چلی آتی ہین۔ جس طرح آج کل ٹرانسوال پر

لام بندھا ہوا ہے نفیری بج رہی ہے جس سے کوٹھری گونج اُٹھی۔ اب
شیخ تھکا اور بازو سست ہو گئے۔ پھر برابر وار کرتا رہا۔ آخر کب تک تازہ دم
رہتا۔ ساتھ ہی حواس بھی بگڑے۔ آپ جانئیے لڑائی مین حواس ہی کا کھیل
ہے۔ یہ نہین تو کچھ نہین۔ اور غضب یہ ہوا کہ ایک تازہ دم فوج مچھرون
کی اُسی دم اور آ پڑی۔ اور یہ خاص ملیشیا کی پلٹنون سے مرتب تھی لیجئے اور بھی
ہوش بگڑے باہر مینھ موسلا دھار برس رہا ہے۔ بھاگنے کا بھی رستہ نہین کس
مصیبت مین جان پڑی ہے۔ سب پر طرہ یہ کہ لوگ سنین گے تو کیا کہین گے۔
مچھرون نے بھگا دیا۔ مگر اب تو جان ہی پر بنی ہے اور طاقت و حواس دونون نے جواب
دیا۔ ناچار اُسیطرح شمشیر خون چکان ہاتھ مین لیئے ہوئے شیخ کوٹھری سے
بھاگا۔ صحن مین کیچڑ اور پانی سے پاؤن نہین ٹھہرتا۔ گھبراہٹ مین ایک
گھوڑے کی پچھاڑی سے پیر اُلجھا اور دھڑام سے گرا۔ اُٹھا اور پھر بھاگا
پھاٹک بند سارے مسافر سوئے ہین۔ بھٹیاریان الگ خراٹے لیتی ہین
کدھر جائیے کیا کریئے آخر زور سے غل مچا دیا کہ دوڑو لوگو دہائی ہے سب
اُٹھ پڑے تو شیخ صاحب کو اس ہیئت کذائی سے دیکھا کہ ننگی تلوار ہاتھ مین
خون ٹپک رہا ہے۔ کپڑون پر لہو کے تختے جمے ہین اور سخت بدحواس ہے۔ لوگ
سمجھے ڈاکہ پڑا۔ اب پوچھتے ہین تو شیخ کچھ بتاتا نہین ایک تو تھکاوٹ دوسرے
گھبراہٹ۔ بارے دیر کے بعد حواس ٹھکانے ہوئے۔ قصہ جہاد بیان کیا
لوگون نے دلاسا دیا بڑی تعریف کی۔ بس یہان تو شیخ کے استقلال اور جمعیت
خاطر مین ذرا سا اختلال آ گیا تھا ورنہ کیا طاقت کہ وہ سخت سے سخت
معرکہ مین بھی گھبرائے۔

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

قصبات و دیہات مین خانہ جنگیون کی کیا کمی۔ شیخ کو ایسے اتفاقات بارہا
پڑے ہین۔ اکیلا دس بیس کے مقابلہ مین ڈٹ گیا۔ گھر مین جھینگر بولا اور اُسنے دھڑ سے
لاٹھی رسید کی۔ چوہون کا تو ناس ہی کر دیا۔ کھیت مین چڑیون کو

پھٹکنے تک نہ دیتا۔ کتنے اُس کی تلوار کی گھاٹ اُتر گئے۔ روز ہی اترا کرتے اُس کی دھاک تمام قصبہ مین اور ارد گرد کے دہات مین بندھی ہوئی تھی۔ ایسا جیالا منچلا سپاہی دیکھا ہی نہین۔

ایک دفعہ اُس کے قصبہ مین ایک شیر جنگل سے بھٹک کے آگیا۔ اور کئی آدمیون کو زخمی کرڈالا۔ شیخ کو اسوقت خبر ہوئی جب لوگون نے شیر کا کام تمام کردیا تھا مگر اس کو اس قدر جوش اور غصہ آیا کہ میان گھر ہی مین چھوڑا اور تلوار سوت کے لیکا۔ شیر کی نعش پر مارے تلوارون کے چورنگ بنادی تب اسکا غضب جلادت ٹھنڈا ہوا۔

شیخ کی غیرت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ فاقہ کی حالت مین بھی کسی سے سوال کرنا اُسکے لیے موت تھی۔ اہل جیران اُسکی مصیبت مین کبھی شریک ہو جاتے تو اسپر لاکھون گھڑے پانی پڑجاتا اور مارے غیرت کے جس طرح ممکن ہوتا وہ اس احسان کا بدلہ ضرور کردیتا۔ اسکا چھوٹا بچہ جاتا رہا۔ اہل محلہ مخصوص ہمسایہ کے لوگ شریک ہوے اور معمولی طور پر کفن دفن سے فراغت ہو گئی۔ اب شیخ کو فکر ہوئی کہ کسی طرح پڑوسی کا احسان اُترے۔ مگر اتفاق سے جلد کوئی موقع نہ ملا۔ مدت کے بعد ایک بڑھیا چل بسی۔ شیخ سویرے ہی دروازے پر پہونچ گئے اور کمال کشادہ پیشانی سے شریک رہے۔ جب سب باتون سے فراغت ہوگئی۔ شیخ نے بڑے ناز کیساتھ صاحب میت سے کہا کہ بھائی آج اللہ نے تم سے سرخرو کیا اور تمھارا احسان سر سے اُترا۔ آیندہ بھی ضرورت ہو تو مجھے ضرور خبر کرنا۔

جن دنون شیخ سفر غربت مین تھا ایک دن ایک گاؤن مین پہونچا وہان نہ دوکان تھی نہ مسافرخانہ نہ سرا۔ اور کسی سے جان نہ پہچان مگر گاؤن کے زمیندار نے اسکو کمال منت سے اپنے گھر لیجا کر کھانا کھلایا۔ شیخ نے بمقتضائے انسانیت کھانا تو منظور کرلیا لیکن اُسکے دروازے پر سونے کے لیے محض غیرت کی وجہ سے کسی طرح گوارا نہ کیا۔ اور میدان مین ایک املی کے درخت پر چڑھ کے رات بسر کردی۔ صبح کو اپنے میزبان کا شکریہ ادا کیا اور چلدیا

بارھوان باب

شیخ کی علمیت اور شاعری ۔ اور دیگر فنون

شیخ کی تعلیم کا حال ہم اُسکی ابتدائی عمر کے حالات مین لکھ چکے ہین ۔ مگر وہ صرف
رسمی بات تھی کہ اُسکے باپ نے زبردستی اُسکو پڑھوایا ۔ خیر اچھا کیا ۔ درحقیقت
اسکی استعداد علمی بہت کم تھی مگر وہ خداداد قابلیت جو فطرتاً اُس کی ذات مین
ودیعت کی گئی تھی اُس کے سامنے رسمی علوم کی نہ حقیقت تھی نہ ضرورت ۔ اُسکا
جی حساب مین کبھی نہ لگتا ۔ گویا اُس سے طبعی نفرت تھی گو وہ سو تک گنتی بے تکلف جانتا
تھا ۔ مگر اپنی ایجاد و اختراع کو اُسنے کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیا ۔ یعنی بیس تک
تو وہ فر فر گن جاتا ۔ اُسکے آگے اکیس کے عوض بیس پر ایک بیس پر دو اسی طرح
بیس پر نو کے بعد وہ تیس کہتا ۔ اور تیس پر نو کے بعد بجائے چالیس کے دو بیس اور
ساٹھ کو تین بیس ۔ اسی کو چار بیس ۔ اُسکے بعد پورے سو اور پھر سو پر دس یا بیس
اسی طرح شمار کرتا ۔ مگر حق یہ ہے کہ اس فن مین اُس نے مطلق بے توجہی کی اسلئے
ہم کوئی فیصلہ نہین کر سکتے ۔

فن انشا مین اُسکی لیاقت کا حال معلوم نہین اسوقت ڈاک کی یہ آسانیان
تو موجود نہ تھین اس لیئے خط لکھنے کا موقع ہی نہ ملا ۔ البتہ وہ کچھ علمی مسائل یا
حکمت کے معرکہ آرا مباحث لکھ لیا کرتا تھا جسکو زمانہ نے مٹا ڈالا پھر کیونکر اندازہ
کیا جائے کہ اُسکی فصاحت و بلاغت کا کیا رتبہ تھا ۔

نظم مین البتہ اسکو زیادہ دلچسپی تھی اور شعر خوب کہتا تھا اُسوقت کی زبان اُردو
تو نہ تھی خاص دربار شاہی مین فارسی بولی جاتی تھی عوام کچھ بھاکا ملی ہوئی
بولی بولتے تھے ۔ اس لیئے اُسکی شاعری مین ان دونون خصوصیتون کی جھلک پائی
جاتی ہے ۔ اور یہ صنعت سب سے زیادہ مشکل ہے جب شاہزادہ سلیم کی شادی
نواب جودھا بائی مہاراجہ بھگوانداس راجہ جودھپور کی بیٹی سے ہوئی ہے ۔ دربار اکبری
کے شعرا نے بڑے صنائع و بدائع کے قصیدے ۔ مبارکبادین ۔ سہرے

وغیرہ لکھے - شیخ صاحب نے بھی یہ مبارک ؎

ہمیشہ دلبرے سوجان مبارک باشد

لکھ کے پیش کی۔ اکبر نے اسکو اسقدر پسند کیا کہ اُسی وقت نوربائی رقاصۂ خاص کو
یاد کرائی گئی - اور عین نکاح کے بعد بزم طرب مین گائی گئی - اُسکی خوبی اُسکی
مقبولیت ہی سے ظاہر ہے کہ آجتک جشنون مین ضرور گائی جاتی ہے - انشاءاللہ یہ
روز کا طائفہ بھی اِس مبارکباد کو ضرور گائیگا - تذکرہ نگارون کو اختلاف ہے کہ یہ شعر ؎

ضمناً ضمنی بہم آ دتے ہین | تو چھیڑا اُٹھانے کو کم آ دتے ہین

شیخ چلی کا ہے - یا لال بھکڑ کا مولانا غلام علی آزاد بلگرامی تو خزانۂ عامرہ مین شیخ چلی
ہی کا ثابت کرتے ہین - مگر صاحب آتشکدہ لال بھکڑ کے طرفدار ہین اور مین حضرت
آزاد سے متفق ہون کیونکہ ایسی سلاست اور چستگی نشست الفاظ طرز انداز حضرت
شیخ ہی کا خاص حصہ ہے - افسوس ناقدر داتی زمانہ نے جہان اور ہزارون گنج شائگان
خاک مین ملا دیئے - اسی طرح شیخ کا دیوان اور دوسرا کلام یعنے بے بہا لعل و
گہر اُس کے ساتھ ہی زمانہ سے ناپید ہوگئے چند اشعار متفرق طور پر جو زبان زد
خاص و عام ہین درج کیئے جاتے ہین - ہمنے انتخاب کو دخل نہین دیا ہے -

؎ اکتر بہت بہتر چوہتر | پچھتر چھہتر ستتر اٹھتر

؎ حسین آباد بنا بنکے نمودار ہوا | گلشن تو ایسا کہ بادشاہ کا نام ہوا

؎ آغا تقی کے باغ مین الو بیٹھا ہے | بندر کی شکل ہو کے پھندے سے لٹکی ہے

؎ چند اماموں آجا آجا | دھا جا دھیا جا سونیکا ٹکا دے جا

؎ اگر ہم باغبان ہوتے تو گلشن کو لٹا دیتے | مگر ہم تیتگ ہوتے لگا کر پیچ عشق کا فلک پر کاٹ دیتے

؎ زلف اس مکھڑے پہ اسطرح سے لہرا رہی ہے | بھینس جسطرح سے کونڈے مین کھلی کھا رہی ہے

موسیقی مین شیخ کا وہی پایہ ہے جو بغداد مین اسحٰق موصلی کا تھا - ڈفلی
اور ڈفالیون کا رانہ آپ ہی کی ایجاد سے ہے - لنگوٹی جو سرکشون کی بناکے
بجے بجایا کرتے ہین - اُسکے اختراع کا فخر بھی اسی یگانۂ روز کو حاصل ہے
حضرت امیر خسرو[1] نے اسی کو دیکھکے ستار بنایا - سچ تو یہ ہے کہ خسرو کا ستار

۱؎ فن نوٹ مجکو تاریخ مین کسقدر رہبر اور یدطولی ہے داد دیجیئے ۱۲ مؤلف

شیخ کی کنگڑی کا ہمیشہ ممنون رہیگا۔ ایجاد کا حق کبھی زائل نہین ہوتا اور موجد کی دماغی قوت ہر زمانہ مین قابل احسان سمجھی جائیگی۔ میری نزدیک ڈیوٹ کا موجد اور چرخہ کا بانی صدہا قطعہ کے لیمپون اند ہزارہا شکل کی مشینون کے بنانے والون سے بدرجہا قابل عزت ہین کہ اُنھون نے ایک صورت قائم کی۔ اب تم تکلفات سے جو چاہو کرلو۔ شیخ خوش گلو ہو یا نہو کیونکہ اُسکا گانا ہم نے نہین سُنا۔ مگر اصول موسیقی کا بہت بڑا ماہر تھا۔ گدھے کی نہیق مین وہ ہمیشہ تال سم قائم کر لیا کرتا تھا اور زیر و بم اُسی سے اُس نے حاصل کیا۔ نکھا داور، پنجم کے سرون مین ایسے جوڑ لگائے کہ اچھے اچھے کلاونت کان پکڑتے ہین۔ ٹھیکہ پر سم اور دون مین کنگری اُسی کی ایجاد ہے۔ سلنگ وہ آدھی رات کو اور بھاگ دوپہر کو اس طرح چھیڑتا کہ بے وقت کی راگنی کا الزام ممکن نہین اُسپر کوئی لگا سکے۔ دیپک عمر بھر مین ایک دن جب وہ سفر مین تھا گائی تھی۔ آج تک مہابن مین آگ لگی ہوئی ہے مشہور راگنیون کے علاوہ اپنی اختراعی راگنیان خوب ادا کرتا تھا۔ مثلاً ایک دُھن اُس نے صوت الحمیر نکالی تھی اس مین ایسے ایسے لہرے نکالے کہ آجتک نام ہے اسکا قول تھا کہ حنجرہ سے جو آواز نکل سکتی ہے وہ لے مین ڈوبی ہوتی ہے خواہ کسی کی ہو۔ طبلہ مین ٹکڑے بجانا تو اُس کے بائین ہاتھ کا کھیل تھا۔ جو تالہ ایسا بجایا کہ نے خان اُسکا نام لے کے کان پکڑتا ہے نغمۃ البعیر اسکا رسالہ اس فن موسیقی مین بہت مشہور ہے اسمین ٹھا پر سم کھانے کی ایسی باریک باتین بتاتا ہین کہ سمجھنا دشوار ہے۔
اکبری دربار مین اس فن کے صلہ مین اُسکو اتنا کچھ ملا کہ اسحٰق کو مامون رشید نے بھی نہ دیا ہوگا۔

علم ہیئت مین بھی اُسکو کسی قدر ملکہ تھا۔ دربار اکبری مین ایک حکیم نے بڑا سا برجی کرہ پیش کیا جو نہایت عجیب و غریب تھا۔ مگر شیخ نے اُسی وقت ایک زبردست غلطی ثابت کر دی۔ اس برجی کرہ مین درجون اور دقیقون کے خطوط مرکز سے قطر کی تقسیم کے لیئے برابر کھینچے تھے تابت

یہ کیا جانتا تھا کہ زمین گول ہے اور خط استوا کے دونو جانب قطبین کی طرف اُس کو بتدریج
تدویر ہوتی جاتی ہے۔ شیخ نے اعتراض کیا کہ زمین گول کیونکر ہو سکتی ہے اگر
گول ہوتی ایک آدمی یا ایک چیز اُس پر قائم نہ رہ سکتی۔ ادھر اُدھر
لڑھکتی پھرتی گولے پر کہین ٹھہرا جاتا ہے قطع نظر اُسکے سارے دریا سمندر
اسی زمین پر جاری ہین اگر زمین گول ہوتی تو تمام زمین پر پانی پھیل جاتا
گولا آپ ہی ڈبکیان کھاتا پھرتا یہ کیسی بدعقلی کی باتین ہین۔

شیخ باجرے کا ملیدہ اتنا خوش ذائقہ اور لطیف بناتا تھا کہ حلوائے مسقطی
اور نان بشیر کی حقیقت نہ تھی۔ دوسرے کھانے بھی وہ پکالیتا تھا اور اچھے
پکاتا تھا۔ مگر ماش کی دال مین بتھوے کا ساگ اُسکے واسطے مخصوص تھا یہ
کھچڑی بغیر ادھن کے اُسنے کبھی نہین پکائی اور نہ ارہر کی دال بغیر پالک کے ساگ کے
اُسکو اچھی معلوم ہوئی۔

کیری کی چٹنی اور املی کا کھٹا بہت ہی لذیذ اور چٹ پٹا بناتا تھا۔ کچے کیتھے کو نمک
کے ساتھ کھانا اُسی کی ایجاد ہے۔ جنگلی بیر دن کو جوش دے کے وہ ایک
قسم کی شراب بناتا تھا اُسی کا نام شراب الصالحین ہے۔

شیخ نہایت سادہ مزاج تھا اُس کو ہلکے ہلکے صوفیانہ رنگ بہت پسند تھے
ملتانی مٹی مین وہ ہمیشہ اپنی لنگی اور چادر بہت ہی تکلف کے ساتھ رنگ
لیا کرتا تھا۔ ببول کی چھال کا رنگ کاٹ کے وہ ایسا پائدار رنگ رنگتا تھا
کہ کپڑا پھٹ جائے مگر رنگ نہ جائے۔ ایک بار اُس کے یہان ایک
بکری بیمار ہو گئی جس کو ذبح کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔ شیخ کو خون دیکھ کے
اُسکا شوخ رنگ ایسا پسند آیا کہ اپنا کرتہ پاجامہ دونون اُسمین رنگ لیے
گوالیار کے اکثر رنگ اُسی کی ایجاد سے ہین۔

حقائق اشیا کا ماہر اتنا بڑا کوئی ہوا ہی نہین۔ غلہ کے تمام اقسام
کو وہ بلا تردد پہچان لیتا تھا۔ اور سب کے نام اسکو حفظ تھے۔ اُن کی ترکیب
استعمال مین بھی اُسنے کبھی غلطی نہین کی مثلاً گیہون وہ ہمیشہ پسوا لیا کرتا تھا چنون کو
بھون کے کھانے کی ترکیب اُسنے نکالی تانبے پیتل۔ لوہے کو وہ الگ الگ تمیز کر لیا کرتا تھا۔

اور اُن کے رنگ صاف بتا دیتا تھا معدنی اشیا کو ہمیشہ فلزی چیزوں سے جدا جدا الگ کر لینے مین اسکو اہتمام رہا سونے چاندی کے متعلق اُسکو یہ بحث تھی کہ صرف رنگ کے فرق سے کیون قیمت مین تفاوت ہی ۔ اسکے متعلق دربار اکبری سے زیادہ امتحان کا کون میدان نہ تھا ۔ وہان جب اُسنے مناظرہ کیا ہی لوگسکو جواب دینے کی مجال نہ تھی اور وہ اس بات پر اڑا رہا کہ صرف ایک ذہنی فرق پر ایک چیز کو کم حقیقت دوسری کو گران قیمت کیون قرار دیا جاتا ہے چنانچہ اسی بنا پر اُسنے بارہا اشرفی کو روپیہ کے ساتھ برابر تبدیل کرا لیا اور صراف کو ماننا ہی پڑا ۔

منطق الطیر مین بھی اُسکو کچھ ملکہ تھا سویرے سویرے کوے کے بولنے پر وہ دن بھر مہمان کا انتظار کرتا رہتا ۔ صبح کو مرغ بولتے ہی وہ سمجھ جاتا کہ تڑکا ہو گیا مرغیون کے کڑکڑانے کے ساتھ ہی وہ بیوی کو بتا دیتا کہ اب انڈے دینگی ۔ گھر کے پلے ہوے طوطے کی بولی وہ بہت ہی جلد اور صفائی کیساتھ سمجھ جاتا تھا اور گھڑیون اسکی لغت مین باتین کیا کرتا ۔

اسی طرح اور جانورون کی زبان جانتا تھا گھر کی بکریان جب رات کو غیر معمولی طور پر پکارتین وہ کہدیتا کہ بھیڑیا کیا آیا ہی جب بکری باہر سے چر کے آتی اور بچہ پکارتا تو وہ ہنس کے بیوی کو بتا دیتا تھا کہ دیکھو یہ دودھ مانگتا ہے اور ماں بھی اُسکا جواب دے رہی ہے کہ ٹھہر جا پلاتی ہون کتون کی بات چیت چورون کے آنے پر اُسے برابر معلوم ہو جاتی اور بے تحاشا وہ پڑوسیون کو پکار کے اس خطرے سے آگاہ کر دیتا تھا گھوڑا اُسنے پالا ہی نہین ۔ مگر سرائے وغیرہ مین کسی کا گھوڑا رات کو ہنہنایا کہ اُسنے بھٹیاری یا سائیس کو ڈانٹا کہ گھاس مانگتا ہے گھاس ۔

بیل اُس کے گھر مین جبتک رہے وہ اُن کی منطق ہی مین اُن سے بات چیت کیا کرتا ۔ مثلاً بیل کو دھیما اور قابو مین کرنے کے لیے وہ ایک خاص آواز اور ادا سے چمکارتا اور وہ فوراً مان جاتا ۔ یا چلنے کے لیے جو الفاظ بیل کی زبان مین معین تھے ۔ شیخ وہ ہی لفظ بولا کرتا ۔ اور بیل چل پڑتا ۔ یا پانی پلانے کی

باتیں اور بھی کچھ تھیں جس سے بیل فوراً متوجہ ہو جاتا اور گھٹ گھٹ پانی پی لیتا۔

بھینس کی آواز چونکہ زیادہ سُریلی اور خوش آیند ہوتی ہے شیخ کو بہت مرغوب تھی خصوصاً جب وہ اپنے بچے سے ڈلار کی باتیں کرتیں تو شیخ زیادہ متوجہ ہو کر سنتا۔ اور خود نادان تھا اسکو لطف بھی بہت ملتا اور ہنسا کرتا۔

ہاتھی اکبرآباد میں بارہا دیکھا اور تمام ارکین سلطنت اُسکے یار تھے سب نے چڑھنے پر مجبور کیا۔ مگر وہ دانشمند ایسی جوکھم میں پڑنا پسند نہ کرتا تھا کہ ایک چلتے پہاڑ پر بیٹھ کے اپنی تشہیر کرائے۔ اسلیئے کبھی ہامی نہ بھری۔ اور دور ہی سے اس کالی بلا کو سلام کیا۔ مگر زبان اُسکی سمجھ جاتا تھا۔ اور اس فرق کے ساتھ کہ افریقہ کے ہاتھی عربی بولتے ہیں اور جنگلی بن کے بھاکا۔ اس کا ثبوت اسطرح ہوا کہ ایک افریقہ کا دوسرا جنگلی بن کا ہاتھی دونوں ایک مقام پر موجود تھے پہلے ہاتھی کے فیلبان نے کہا میل میل۔ اور ہاتھی فوراً بڑھ گیا۔ شیخ نے تُرت سے بتا دیا کہ یہ عربی سمجھتا ہے۔ میل اور مائل ایک ہی مادہ سے ہیں۔ فیلبان نے آگے بڑھنے کو کہا وہ چل نکلا۔ دوسرے ہاتھی کو دھت دھت کہا گیا وہ پیچھے ہٹا۔ شیخ نے بتایا کہ دھت کلمۂ زجر کا ہے اور ہاتھی سمجھ گیا کہ مجھپر ملامت ہوتی ہے وہ ہٹ گیا۔

بندر سے وہ بہت نفار رہتا کیونکہ اسکی متانت کو اس مسخرے کی بیہودگیوں اور شرارتوں سے کوئی مناسبت ہی نہ تھی اکبرآباد کے سفر میں جب اسکا گذر بندرابن میں ہوا چاہا کہ رستہ ہی چھوڑ دیں اور باہر باہر نکل جائیں چنانچہ اُسنے جہان سے سنا تھا کہ آگے بندرابن ہے وہ وہیں سے کترا گیا اور داہنے ہاتھ کو مڑکے ایک طرف کو چل نکلا۔ شام تک چلا اور کچھ اس ترکیب سے چلا کہ جہاں سے مڑا تھا اور جہاں شام کو پہونچا نیم دائرہ کی شکل میں راستہ قطع کیا۔ اور جب بستی میں پہونچ کے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ بندرابن ہے۔ لاحول ولاقوہ یہ تو کچھ نہ ہوا خیر رات کو سرا میں سو رہا صبح کو اُٹھا تو بیٹھے سامنے کھپریل پر ایک چغاندری بندر ہی پر نظر پڑی۔ اور اُسنے وہیں سے شیخ کو گُھرکا یہ منھ پھرا کے

بیٹھے ہی تھے کہ اپنی کوٹھری کے سائبان پر دس بارہ دھوپ کھاتے نظر پڑے
آپ بہت گھبرائے مگر حواس تو ان کے کبھی جاتے نہ تھے تو ٹھری میں پلٹ کے
چارپائی پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا۔ ہزاروں ترکیبیں ذہن میں آئیں مگر سب بیکار
آخر ایک بات سوجھ گئی اور شیخ نے فوراً بھٹیارے کو بلا کے حکم دیا کہ ہمارے لیے
جو کھانا پکے وہ دو آدمی کا ہو۔ بھٹیارے نے تعمیل کی اور جلد جلد کھانا تیار کر دیا
جب تک شیخ اندر ہی بیٹھا رہا۔ کھانا پک کے آیا تو بندر پیچھے پیچھے وہ تو
سمجھ ہی گئے تھے آج بڑے بھاگوان کا منہ دیکھا ہے دعوت ملے گی غرض
شیخ ایک طرف سائبان میں کھانا۔ دکھا کے پھرتی کیسا تھا کوٹھری سے باہر
ہو گیا۔ اور آتا جاتا سرا سے نکل کے یہ جا وہ جا۔ اپنا راستہ لیا۔
بندر کھانے میں ایسے مصروف ہوئے کہ شیخ کا شکریہ تک نہ ادا کر سکے۔

تیرھواں باب

چند نکتے اور بس

(اعتبار) شیخ کے گھر کسی نے لکھ بھیجا کہ شیخ کا انتقال ہو گیا بیوی بچاری بہت
روئی چوڑیاں ٹھنڈی کر ڈالیں۔ نتھ بڑھا دی۔ رنڈ سالے کا جوڑا پہنا سب
رسوم سے فراغت کے بعد اکبرآباد کو قاصد روانہ کیا یہاں پہنچا تو شیخ کو
صحیح و سالم ہٹا کٹا پایا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ زار و قطار رونے لگا
ملا دو پیازہ نے گھبرا کے پوچھا خیر تو ہے آپ نے فرمایا بیوی بیوہ ہو گئیں ملا صاحب
نے کہا تم زندہ بیٹھے ہو بیوہ کیسے ہوئیں۔ شیخ نے فرمایا ہوں گیا میں یہ نہیں
جانتا مگر یہ آدمی بڑا معتبر ہے۔

(وکیل قطعی) فیضی نے شیخ سے پوچھا کہ بتائیے تو سہی کہ پہلے انڈا پیدا ہوا یا مرغی
شیخ نے ذرا سوچ کے اس مشکل مسئلہ کا چار طرح جواب دیا۔

(۱) انڈے سے مرغی پہلے پیدا ہوئی اور مرغی سے انڈا۔

(۲) مرغی سے انڈا ہوا اور انڈے سے مرغی۔

(۳) انڈا مرغی سے پہلے ہے کیونکہ انڈے سے مرغی نکلتی ہے۔
(۴) مرغی پہلے تھی کیونکہ اُس سے انڈا ہوتا ہے۔

محنت کم فائدہ زیادہ | یورپ مین آج جو ہنرمندیان پائی جاتی ہین اور وہان کے دانشمندون کی طباعی نے مشینون کے ذریعے سے ایک وقت مین دو دو چار چار کام لیے ہین۔ اس اصول سے شیخ بے خبر نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ کھچڑی کی ترکیب ابھی تو ضرور ہے۔ مگر یہ وقت ہے کہ چانول دال ملانا پڑتے ہین اس لیے مین نے سوچا ہے کہ ایسی ترکیب کی جائے کہ کھچڑی ہی کھیت مین پیدا ہو۔ بیوی نے اور شیخ نے چاول اور دال ملا کے کھچڑی بو دی۔ مگر اتفاق سے اُس سال پانی نہ برسا اور دریے کی ہلکی نہ ہوئی۔ ورنہ کامیابی مین کیا شبہ تھا۔

رحم | شیخ کے باوا کے وقت کی ایک گھوڑی تھی۔ چونکہ موے باپ کی نشانی تھی اسکو بہت پیار سے رکھتے۔ اور دانہ چارہ خود ہی دیتے۔ ایکبار جنگل کو گئے گھاس چھیل کے گٹھا باندھا۔ پہلے گھوڑی پر رکھا اور خود بھی سوار ہونے کو تھے۔ خیال آگیا کہ اس پر بوجھ ہو جائیگا لہذا گٹھا تو اپنے سر پر رکھا آپ گھوڑی پر لد گئے۔ اس طرح بوجھ تقسیم ہوگیا۔ اور گھوڑی کو تکلیف نہ ہوئی۔

قومی جوش | شہنشاہ اکبر ایک روز بیربل کو حسب معمول قومی فضیلت کے بارہ مین چھیڑ رہے تھے۔ بیربل نے عرض کیا۔ خداوند ہندوؤن کو ہر طرح اولویت اور فضیلت حاصل ہے جس کی ایک نظیر یہ ہے کہ ہندو کا پہلے اور مسلمان کا بعد نام لیا جاتا ہے یعنی ہندو مسلمان۔ شیخ کسی اور کام مین راجہ ٹوڈرمل کے پاس مصروف تھے۔ یہ آواز جو کان پہونچی دہین سے بول اُٹھے جہان پناہ جیسے جورو۔ مرد۔

(سادگی) علامہ ابوالفضل نے ہنس کے شیخ سے کہا کہ یہ بات آجتک سمجھ مین نہ آئی کہ آخری چہار شنبہ بُدھ ہی کے روز پڑتا ہے۔ شیخ نے کہا آپ اسی کو پوچھتے ہین ہمارے قصبہ مین عشرہ محرم ہمیشہ چاندنی مین آیا کرتا ہے۔

اپنی عزت اپنے ہاتھ راجہ بھگوانداس والی جیپور کے بیٹے کی منگنی کی رسم میں بڑا جلسہ اکبرآباد میں ہوا۔ منی بائی طوائف کا مجرا ہو رہا تھا۔ کسی حریف کے اشارہ سے اُسنے یہ شعر گایا۔ اور شیخ کی طرف ہاتھ اُٹھا کے بتایا۔

ریش سفید شیخ پہ ہرگز نہ جائیو
اس کی چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

شیخ نے جھپٹ کے ایک طمانچہ اس زور سے رنڈی کے مارا کہ سارا جلسہ درہم برہم ہوگیا

خاموشی اور حفظ لسان شیخ کبھی بے موقع بات نہ کرتا اور خاموشی کے فوائد سے پورا واقف تھا۔ وہ ایک بار سخت علیل ہوا اور جان پر نوبت آگئی۔ شہنشاہ اکبر نے اپنے خاص طبیب مہاراج اندرمان ویدانت برہمن کو علاج کیلئے بھیجا شیخ سے حال پوچھا اُسنے مطلق جواب نہ دیا۔ بڑی سرکھپی کے بعد ارشاد ہوا۔ بیمار ہوں مگر نہ بیماری کا حال کہا نہ اُسکے اسباب۔ طبیب نے اپنی اٹکل سے نسخہ لکھدیا اور چلا آیا اسطرح اسکے گھر میں آگ لگی۔ نوکر چاکر باہر تھے۔ شیخ صحن میں جلا کیا سب جل کے خاک ہوگیا مگر اُسنے بیفائدہ بات ناپسند کی۔

جھوٹ کی برداشت نہیں شیخ کی بستی میں دوسری جگہ سے ایک برات آئی اُس کے دروازہ کے سامنے سے نکلی۔ وہ متین تو تھا مگر شوقین بھی۔ لڑکیاں اور خود اُس کی بیوی کوٹھے پر چڑھ گئیں۔ شیخ کا بھی جی چاہا۔ مگر دروازے پر کھڑے ہو کے دیکھنا خلاف تہذیب اور کسر شان سمجھ کے دیمی کوٹھے پر پہونچا منظور یہ تھا کہ یہاں بھی کوئی پہچانے نہیں اس لئے لال دوپٹہ اوڑھ کے عورتوں میں مل گیا۔ اور برات دیکھنے لگا۔ تہہ دوبستر سے چہرہ چھپاتا بھول گیا۔ ایک شریر لڑکے نظر پڑ گئی اُس نے گھبرا کے دوسرے لڑکے سے کہا ارے غضب ڈاڑھی مونچھوں والی عورت اور شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ اس جھوٹ اور اتہام پر شیخ کے آگ لگ گئی۔ مگر تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور دوپٹہ اُتار کے کہا عورت آپکی والدہ ہونگی ہم تو مرد ہیں۔

دور اندیشی امیرزا شاہ نواز بیگ قاقشال جب اکبر کی طرف سے ابراہیم عادل شاہ کے پاس سفارت پر گیا۔ ابراہیم اکبر اعظم کے لیئے بہت سے تحفے دیئے اُس میں

تماکو کا بھی ایک ڈبہ تھا۔ یہ نئی چیز جب دربار اکبری مین پہونچی اُس پر مباحثے ہوئے۔ آخر خاص طبیب شاہی شفاء الملک کے امتحان اور مشورے کے بعد تمباکو حقے مین بھر گیا اور سرِ دربار اکبر کے سامنے پیش ہوا۔ شیخ نے اُسکے پینے سے بے محابا اختلاف کیا۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ چلم سے جس طرح دھوان کھچکے منھ مین پہونچتا ہی۔ اگر کوئی چنگاری پیٹ مین اتر جائے تو غضب ہی ہو جائے۔

فنِ تعمیر کا کمال | نواب بیرم خان نے مسجد بنوائی۔ جب اُسکے مینار اونچے ہونے لگے۔ شیخ نے رائے دی کہ اس طرح مینار ٹیڑھے بننے کا احتمال ہی پہلے دو گہرے کنوؤن مین اینٹ چونا خوب بھر دیا جائے۔ جب سوکھ جائے مینار بنے بنائے نکل آئینگے۔ وہی کھڑے کر دیئے جائین۔

تمیز مذوقات | حکیم افلاطوس یونانی کا قصہ شیخ کے سامنے الہ وردی خان نے بیان کیا کہ ایک سو اکیاون ادویہ کی مرکب معجون کو اُسنے چکھ کے سب دواؤن کے نام بتا دیئے تھے۔ شیخ نے ہنس کے فرمایا یہ کونسی بڑی بات ہی ہم ہمیشہ باجرے کا ملیدہ اور بیسن کی کڑھی کھاکے بتا دیا کرتے ہین کہ ایک مین گڑ ملا ہوا ہی دوسرے مین نمک مرچ۔ ہلدی پیاز۔ اور میتھی کا بگھار بھی ہی بغیر چکھے وہ حکیم بتا دیتا تو ایک بات بھی تھی۔

بشپ اینڈریو سے انگریزی سیکھی | اکبر کے دربار مین پرتگیزون کا سفیر رہتا ہی تھا اسکی وساطت سے انگلستان کے لاٹ پادری بشپ اینڈریو کو بھی حضوری حاصل ہوئی۔ یہ بڑے لائق اور ملنسار تھے فیضی نے اُسی سے انگریزی زبان سیکھی چونکہ شیخ اکثر فیضی کے یہان جایا کرتا تھا فیضی کو انگریزی پڑھتے دیکھ کے آپ کو بھی شوق چرایا مگر عندیہ کہ شاگردی کا ننگ کون گوارا کرے۔ شیخ کی ذہانت مسلمہ ہی۔ اُس نے فیضی کے سبق سننا شروع کیئے اور آپ سے اُن مین جوڑ لگاکے انگریزی الفاظ یاد کر لیئے۔ یہ مشہور شعر؎

اے نامئے تو زنم ذکر سٹو   مُجا نکٹ لا الہ یا ہو

فیضی کے نام سے مشہور ہے مگر تذکرون سے ثابت ہی کہ شیخ نے اپنی انگریزی دانی کے اظہار مین کہا تھا۔

پرتگیزی سفیر کو زک | ریوِرنڈ شیودی - پرتگیزوں کا سفیر نہایت متکبر تھا مگر اکبر کے جبروت کے سامنے اسکی نخوت کیا چل سکتی تھی - تاہم اہل دربار اُسکی رعونت کے چرچے کیا کرتے تھے - نواب بیرم خان نے ایک دن شیخ کو اشارہ کر دیا کہ آج اس نصرانی کی آپ خبر لیجئے - یہ بہت بڑھ چلا ہے - فوراً ہی اسکے خیال مین ایک بات آ گئی اور آپ مستعد ہو گئے - آج ریورنڈ جسوقت دربار پہونچا شیخ نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور کسی حیلہ سے سفیر صاحب کی کرسی کے پیچھے کھڑے ہو گئے - وہ آداب گاہ مین پہونچ کے مجرا اور ڈنڈوت بجا لایا - اور ادب سے پچھلے پاؤن ہٹتا ہوا اپنی کرسی کے قریب پہونچا - بیٹھنے کے لیئے جھکا کہ شیخ نے پیچھے سے کرسی گھسیٹ لی اور سفیر صاحب انٹا چت -

موسیو بارلو و مینو فرانسیسی سے یارانہ | شیخ کو تمام دربار مین موسیو بارلو و مینو ایک فرانسیسی ملک التجار سے نہایت تعلق اور محبت تھی بارلو بڑا ظریف تھا اور شیخ کی ظرافت کو اس سے زیادہ کوئی نہین پسند کرتا تھا - اور بڑی وجہ شیخ کو اُسکے ساتھ یارانہ کی یہ تھی کہ وہ فرانس کے سنگھاڑے - اور کمرکھین ہمیشہ شیخ کو کھلایا کرتا تھا مگر شیخ نے اپنے یار کو بھی نہ چھوڑا اور ایک دن بھرے دربار مین اسکی بری گت بنائی واقعہ یہ ہے کہ موسیو بارلو اکبر کے لیئے فرانس کی بنی ہوئی سنہری لیس - کیتھل کا مربہ - انڈرسے کی گولیان - لونگ چڑے کباب اور مٹے کے گدگدے - تحفہ مین لایا تھا - اکبر اعظم جسقدر عظیم الشان شہنشاہ تھا اتنا عظیم الاخلاق - عمیم الاحسان بھی تھا - اُسنے سب چیزین بکشادہ پیشانی قبول کین - اور مربے کی ایک ایک قاش تھوڑے تھوڑے گدگدے درباریون کو تقسیم کیئے - شیخ بھی اپنا حصہ لے کے وہین نوش جان کرنے لگے موسیو بارلو نے چپکے سے کہا مر دخدا ہم کو بھی دو - شیخ نے مربے کی قاش اُسکی طرف بڑھائی اُسکے ہاتھ رُکے ہوے تھے - کہا منھ مین دیدو - شیخ اُسکے منھ کے پاس لیگیا اُسنے منھ پھیلایا کہ شیخ نے جھپٹ سے اپنے منھ مین قاش رکھ لی -

دفع ضرر کی تدبیر | شیخ کی چارپائی مین کثرت کھٹمل پیدا ہو گئے گرم پانی کی معمولی ترکیب پر اس کی طبیعت نہ لڑی - نہ کچھ مفید

سمجھی مگر کھٹمل ہین کہ سارا خون چوسے لیتے ہین - شیخ نے ایک دن غور
غور کیا - اور ایک ترکیب سمجھ مین آگئی - چار تولہ سنکھیا خرید لایا اور
باریک پیس کے سوتے وقت تمام جسم مین اُس کا اُبٹن مل لیا -
اب کیا تھا -

بدلا شیخ مبارک کے مرنے پر فیضی اور ابوالفضل نے حسب آئین اکبری بھنڈار کیا
اور ڈاڑھی موچھین منڈوا ڈالین - دونون بھائیون کا تقرب دیکھکر اکبر اعظم
کی مرضی سے اہل دربار کو بھی ڈاڑھی مونچھ منڈانی پڑی - شیخ بھی اُنمین شریک
تھے - مولانا عبدالقادر بدایونی - اور صدر جہان علمانے البتہ مطلق انکار کیا -
خیر بات گئی گذری ہوئی - مگر شیخ کو اسکا خیال ضرور رہا - سال بھر کے بعد شیخ
کی گنگا مر گئی - اور آپ نے اپنی ڈاڑھی مونچھ کا صفایا کیا سو کیا ہی
فیضی اور ابوالفضل کے سر ہوگئے کہ ہم نے تمھارے باپ کے سوگ مین
بھنڈار کیا تھا - تم ہماری گنگو ماتا کا بھنڈار کیون نہین کرتے ہر چند
دونو بھائیون نے فلسفہ بگھارا اور حکمت کے سارے نسخے نکلول کے
بیسون دلیلین کین - مگر شیخ نے ایک نہ مانی - آخر اکبر تک یہ قصہ
پہونچا - اور راجہ بیربل اور دیوان ٹوڈرمل مہاراجہ مان سنگھ کچھواہہ نے تائید کی
دونون بھائیون کو ڈاڑھی مونچھین گنگو ماتا کے بھنڈار مین بھینٹ چڑھانا
پڑین تب جاکے شیخ نے دم لیا -

دروغ مصلحت آمیز شاہزادہ سلیم (جہانگیر) اکبر سے باغی ہوگیا مریم مکانی
(اکبر کی ماں) الہ آباد گئین کہ لاڈلے پوتے کو منا لائین - وہ خبر پاتے ہی کشتی مین
نواڑے مین بیٹھ کے بنگالہ چلدیا - مریم مکانی کو سخت رنج ہوا - اکبر کابل کی مہم پر
حکیم مرزا کے مقابلہ مین صف آرا تھا - اس خبر کو سنتے ہی بے چین ہوگیا ارکان
دولت نے تدبیرین کین بادشاہ ہوائی کبوتر اُڑا رہے - مگر ایک نے بھی چھتری پر
بیٹھنے نہ دیا سب مہمل - شیخ بھی ہمراہ رکاب تھے - بادشاہ کو زیادہ متردد
پاکے آپ نے بیڑا اٹھایا - کہ مین شہزادے کو لے آؤنگا - اکبر نے کچھ
سوار ساتھ کیے اور شیخ جی روانہ ہوے شہزادہ سلیم قلعہ بہار مین مقیم تھا یہ پہونچ گئے

اور جاتے ہی مژدہ سنایا کہ اکبر اعظم حکیم مرزا کے مقابلہ مین مارا گیا۔ چلئے تخت سلطنت آپ کے لیئے خالی ہے شہزادہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور یلغار کر کے آگرہ پہونچا اُدھر سے اکبر بھی حکیم مرزا کی مہم فیصل کر کے آگرہ مین پہونچگیا تھا۔ اس تدبیر سے باپ بیٹون مین ملاپ ہوگیا۔ اور شیخ کو بڑا انعام عطا ہوا۔

شیطان پورہ | اکبر نے آگرہ مین کسبیون کے جنکلہ کا نام شیطان پورہ رکھا تھا شیخ لہری بندے تھے۔ اُدھر بھی کبھی کبھی ہو نکلتے اکثر سے یاد اللہ بھی ہوگئی تھی۔ لینے دینے کا سبق آپنے نہین پڑھا تھا۔ جہان جاتے نائکہ ترکراتی۔ یہ سنتے اور چلتے۔ ایکدن تیلی بائی کے گھر پر پہونچے۔ پان کھائے۔ الائچیان چکھین اُٹھے تھے کہ نائکہ کو زینہ پر چڑھتے دیکھا۔ ادھر سے یہ اترے بیچ مین ٹکر ہوئی۔ نائکہ لڑھکتی پڑھکتی نیچے آرہی اور شیخ نے بھر منہ پیک اُسکے اوپر تھوک کے خود ہی غل مچادیا۔ نائکہ جی گرگئین۔ سر پھوٹ گیا۔ تیلی بائی دوڑی دیکھا تو سر لہولہان حالانکہ وہ حضرت شیخ کے اوگال کا رنگ تھا۔

(مخبری) اسی شیطان پورہ مین ایکبار شیخ جی راجہ بیربل کو بھی دیکھ آئے راجہ جی مہاتما گنوان پنڈت ہی نہ تھے۔ بلکہ رنگین مزاج بھی تھے۔ راجہ جی تو دلوی کی پوجا مین لگے۔ ادھر شیخ بھاگے اور جاتے ہی اکبر سے خبر دی۔ اکبر نے بلا کے بری گت بنائی۔ اور بیربل کی بڑی فضیحتی ہوئی۔

زنانہ بازار | اکبر کی ہزارون ایجادون مین زنانہ بازار بھی تھا۔ امرا شرفا کی عورتین بیٹیان۔ اس بازار مین جمع ہوتین۔ دکانین لگاتین۔ شاہی بیگمات خان و خواتین کی مستورات سودے کرتین خریدارتین۔ بیربل خلوت کا یار تھا۔ اکبر اُسے چرا چھپا کے جانے دیتا۔ شیخ کو خبر لگی۔ شوق ہوا۔ اور غضہ بھی آیا ہم نہ جائین بیربل جائے۔ دربار مین گئے تو روتے ہوئے۔ دبے پاسے بیٹھے مین اکبر نے پہلے خیال بھی نہ کیا جب ذرا غور سے حضرت شیخ کی طرف دیکھا تو سمجھ گیا آج کچھ دال مین کالا ہے۔ پاس بلایا اُٹھے مگر کچھ بڑبڑاتے ہوئے۔ حال پوچھا تو ارشاد ہوا۔ بیربل تو زنانے اور ہم نہ جائین۔

عجب کہ اشراف سے وُہ بہ ادھرم پورہ مین اکبر کی طرف سے ہندوؤن کے لیئے

سدابرت جاری تھا۔ برہمن۔ دیوتا۔ رسوئی پرستے۔ اور وارد و صادر غریب غربا۔ ہندو۔ جمتے دعائین دیتے۔ شیخ ایک دن ادھر سے نکلے بھوکے تھے دیکھا چنگھٹ جمی ہے اور پتلیان خالی ہو رہی ہین۔ مانگ کے کھائین شان کے خلاف۔ گاے کا ہڈا پڑا تھا اُٹھا کے چنگھٹ مین پھینکدیا رام رام کرکے ہندو اُٹھ کھڑے ہوے آپنے ہتے مارے چلکھ چکھا سکے چلتے بنے۔

(لطیفہ) اکبر نے امرا دربار کو چیلہ بنانا شروع کیا۔ بڑے بڑے گیانی پنڈت اور علماے دین بھی اُسکے مرید ہوے۔ ڈنڈوت۔ سجدہ آفتاب کی پوجا۔ سب کے لئے شرط تھی۔ شجرہ کیا۔ اسکی جگہ بادشاہ کی تصویر دیجاتی تھی۔ شیخ اگرم ایسی تقلیدی باتون سے کوسون بھاگتے تھے مگر فیضی کا منتر چل گیا اور یہ بھی مونڈے گئے۔ تصویر عنایت ہوئی گھر مین رکھین توجہ رلیجائین کھو جاے کہ قبا مین سلنے ٹانک لی اور جسوقت جی چاہا درشن کرلیے ع

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(لطیفہ) بادشاہ نے حکم دیا کہ بارہ مہینون کی خصوصیات قلمبند ہون۔ اور آئین مین داخل کیجائین۔ حکیم ہمام میر فتح اللہ شیرازی۔ ابوالفضل فیضی راجہ ٹوڈرمل سب نے ملکے ہر مہینہ کا ذبیح قائم کرکے اُسکے خواص معین کیے محرم میں جاندار کو نہ ستاؤ۔ صفر بندے آزاد کرو۔ اسی طرح جمادی الثانی کو قرار پایا جھوٹا کام مین نہ لاؤ۔ جب بادشاہ کے سامنے تعینات سناے گئے۔ شیخ بھی جلالؔ اُٹھے۔ جہان پناہ کیا جیتا مرا دولو۔

(اپنی اپنی پسند) اکبر نے امرا کو کام تقسیم کیے۔ مثلاً عبدالرحیم خان خانان گھوڑونکی نگہداشت۔ راجہ ٹوڈرمل۔ ہاتھی اور غلہ۔ شریف خان۔ بھیڑ بکری۔ ابوالفضل پشمینہ۔ غرض اسیطرح سب کے کام تھے۔ شیخ نے اپنی درخواست سے جنائی لہرین گننے کا کام اپنے ذمہ لیا اور پورا کیا۔

(اللہ رے اطمینان) بدگمان لوگ اُسے بزدلی سے تعبیر کرینگے مگر ایسے بیوجہ شبہے نہین کرتے۔ واقعہ یہ ہے۔ خان زمان علی قلی خان اور اُس کا بھائی بہادر

دونون بادشاہ سے باغی ہوگئے۔ لڑائیاں ہوئیں دن پڑے۔ اور وہ قابو
مین نہ آئے۔ آخر جنگ مین اکبر خود معرکہ مین موجود تھا گڑہ مانک پور پر میدان
داری تھی۔ پہلے تو توپ بندوق چلتے رہے۔ تب اکبر کے ہاتھی کے پیچھے شیخ بھی
ڈٹے تھے۔ آخر دست بدست کی نوبت آئی۔ اور جنگ مغلوبہ ہونے لگی۔
ایک کو دوسرے کی خبر نہین ہلڑ مچ گیا جب ہیرا انند ہاتھی نے علی قلی خان کو
چیر کے پھینکدیا۔ اور بہادر خان کو شہباز خان نے گرفتار کر لیا۔ لڑائی تھم گئی
میدان صاف ہو گیا۔ سردار اور خود بادشاہ اپنی اپنی جگہ پر پہونچے مگر شیخ کا
پتہ نہین۔ زندون۔ مردون سب مین تلاش ہوئی۔ ہون تو ملین۔ شام کو
گولندازنے توپ صاف کرنا چاہی۔ سمجھا دُ اٹکتا ہے تو آگے نہین بڑھتا اُسنے
کھینچ لیا۔ ساتھ ہی شیخ جی آنکھین ملتے نکل آئے۔ بادشاہ کے سامنے حاضر
کیئے گئے حال پوچھا عرض کیا جب دست بدست لڑائی شروع ہوگئی مجھپر نیند نے
بیحد غلبہ کیا۔ کہین جگہ نہ ملی۔ بادل گرج توپ مین سو رہا۔

(بائیسکل) آج ہر شہر مین بائیسکلون کی کثرت ہے اسکی ایجاد کا بھی فخر شیخ
چلی کو حاصل ہے آگرہ مین وہ اکثر ایک بانس پر سوار ہوکے پھرا کرتا تھا اور نہایت
تیز جاتا تھا۔ بسبب لطر لیونے اس سواری کو بہت پسند کیا اور یورپ مین جاکے
اس کی شہرت دی۔ مدت تک یہی سواری وہان مستعمل رہی مگر قاعدہ ہر
ہر ایجاد مین زمانہ کی ضرورتون کے موافق اصلاحین ہوتی رہتی ہین۔ رفتہ رفتہ بانس
کی ہیئت کذائی یہ قرار پائی جو آج بائیسکلون مین دیکھتے ہو۔ اسمین اُسمین
تھوڑا سا فرق ہے۔

(تثلیث کی تردید) پادری قریشیون نے جب دربار اکبری ثالث ثلثہ پر دلیلین قائم
کین۔ تمام علما، حکما۔ دنگ ہوگئے کسی کو جواب نہ سوجھا شیخ جی آستین
چڑھا کے سامنے آئے فرمایا ایک تین نہین۔ نہ تین ایک۔ ہم اور تم اور یہ
(منصفی کی طرف اشارہ کیا) تین ہین اور تین ہی رہینگے ایک ہو نہین سکتے اسیطرح
تم اکیلے ایک ہو ہم دونون ایک ہوگئے تم نہین بن سکتے۔ بات معقول تھی پادری ساکت اور بند ہوگیا
(روپیہ نہ جانیئے) ملا دو پیازہ جب پہلی بار شیخ کو دربار مین لے گئے تو پانچ اشرفیان

انکو دین کہ بادشاہ کو نذر دکھانا۔ آپنے نذر پیش کی۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا کہ نذر لے شیخ پیچھے ہٹا۔ اور بڑا سے کہا ڈبلے غضب اشرفیاں ہے ہی مرا تھا۔

(خاتمہ) تمام زمانہ مین شیخ کی نمود ہو رہی ہے کوئی ملک ایسا نہین جہان شیخ چلی کا نام نہ لیا جاتا ہو جب کوئی فوق العادت کام کسی شخص کے ذہن مین آتا ہے اور اہل روزگار اسکے نتائج پر غور نہین کرتے تو بادی النظر مین اس کام کو مشکل سمجھتے ہین اور کہتے ہین "یہ تو شیخ چلی کے منصوبہ ہین" اس سے ثابت ہے کہ شیخ کی تقلید ہمیشہ عقلائے روزگار کرتے آئے ہین۔ اور آج بھی دنیا کے دانشمند اسکی پیروی اپنا فخر سمجھتے ہین اور ایسے ایسے منصوبے باندھا کرتے ہین جنکی بنیاد وہ عقلمند رکھ گیا تھا اُس کے نقش قدم پر چلنے والے نہ صرف ایشیا مین بلکہ یورپ مین ہزارون لاکھون آدمی موجود ہین جنمین ممبران پارلیمنٹ سے لیکر راہ چلتے مزدور بھی اسکی پیروی اپنا فخر جانتے ہین۔ ایشیا اور خصوصاً ہندوستان مین اُسکے کمالات خیالات کی بہت زیادہ داد دیجاتی ہے۔ اور قدر کی جاتی ہے۔ درحقیقت ان لوگون کے لیے اُس نے جو راستے کھول دیے اور جو نقش قدم چھوڑ گیا ہے اسکی تعریف نہین ہوسکتی عقلمندی اور حماقت کے بیچ مین جو عمیق سمندر واقع تھا۔ اسی بابت شیخ نے اُسے کھنگول ڈالا۔ اور دونون کو اسطرح باہم آمیز کر دیا جس سے اُس کی تمیز محال ہے۔ کہ "آیا **شیخ چلی عقلمند تھا یا احمق**"

قطعہ تاریخ از مصنف

نئے ہین قہقہے جو شوخیان ہین ہر طرف\
ہے جو ہر شو فی المثل فرخندگی خندیدگی\
سال تاریخش جو ہیگا ہاتف غیبی بگفت\
شیخ چلی آگئے دنیا مین با سنجیدگی

۱۳۱۹ ہجری

قابل دید ناول

عروس مصر

جرجی زیدان اڈیٹر الہلال مصر کے ایک معرکۃ الآرا ناول کا ترجمہ ہے سید ظہور احمد ندوی کے قلم سے بہت ہی دلچسپ قصہ ہے زبان قابل قدر ہے انداز بیان دلفریب اس ناول میں صدہا تاریخی واقعات کو روشنی میں لایا گیا ہے۔ مصر کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعلقات۔ رسم و رواج اور سیاسی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے حسن کی کشش اور جذبات محبت کے ہو بہو فوٹو کھینچے گئے ہیں قیمت عا؍ رعایتی عہ؍

عبد الرحمان ناصر

خلیفہ عبد الرحمن ناصر کے زمانے کے واقعات اس کا طرز حکمرانی اُس زمانے کے علما کا رویہ ارکان سلطنت کے سیاسی جوڑ توڑ خلیفہ کی منظور نظر زہرا کے حالات اور زہرا کے عاشق صادق سعید کی سعی لا حاصل اور اس کا خاتمہ عابدہ نامی ایک تعلیم یافتہ خاتون کا کمال سعید اور عابدہ کے کیرکٹر اس کتاب کی جان ہیں۔ ان دونوں کی مزے دار کہانی بے حد دلچسپ ہے کہ کتاب کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا جرجی زیدان کی اسی نام کی کتاب کا ترجمہ ہے اور سعید ظہور احمد صاحب ندوی نے بڑی خوبی سے اس کا ترجمہ کیا ہے بلحاظ زبان بھی قابل قدر ہے آجتک جتنے ناول آپنے دیکھے ہوں گے اُن سے اسے اچھا پا دینگے۔ قیمت ۸؍ رعایتی ایک روپیہ (۱؍۴)

ملنے کا پتہ

صدیق بک ڈپو امین آباد لکھنؤ